بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

منہاجِ محمدیؐ کی تلاش

تنظیم اسلامی کے تحت آج کل پاکستان کے مختلف شہروں میں منہاجِ محمدیؐ کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی کی جانب سے متحدہ اسلامی محاذ کے قیام کی تجویز سامنے آنے کے بعد پہلے قدم کے طور پر دینی جماعتوں کے سربراہان اور زُعمائے ملت سے رابطوں اور ملاقاتوں کا ایک راؤنڈ مکمل کیا گیا۔ ان ملاقاتوں میں ملا جلا ردعمل سامنے آیا۔ بعض حلقوں کی جانب سے غیر معمولی تائید کا اظہار ہوا تو بعض نے اس قسم کے محاذوں سے عمومی مایوسی ظاہر کرتے ہوئے اسے کارِ لاحاصل قرار دیا۔ تاہم مجموعی طور پر یہ ملاقاتیں اور رابطے بہت مفید رہے کہ کم از کم اس حوالے سے مذہبی و دینی جماعتوں کے قائدین اور اکابرین ملت کے ساتھ نہ صرف یہ کہ براہ راست تبادلہ خیال کا موقع میسر آیا بلکہ عدم روابط کے باعث جنم لینے والی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ان کے ذریعے ممکن ہو سکا۔

ملاقاتوں کا راؤنڈ بہت حد تک مکمل کرنے کے بعد اگلے قدم کے طور پر "منہاجِ محمدیؐ" کے عنوان سے پاکستان کے مختلف شہروں میں کانفرنسوں کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ مقصود یہ تھا کہ تمام دینی جماعتیں، بالخصوص وہ جماعتیں جو غلبہ و اقامت دین کو اپنی جدوجہد کا ہدف قرار دیتی ہیں، اپنے تمام تر مسلکی اختلافات کے باوجود ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر غلبہ دین کے لئے اس طریق کار اور منہاج کو معین کرنے کی کوشش کریں جس پر عمل پیرا ہو کر نبی آخر الزمان ﷺ نے دنیا کا عظیم ترین انقلاب برپا فرمایا تھا۔ اس لئے کہ ہمارے لئے تو ہر معاملے میں اسوۂ کامل آنحضور ﷺ کی ذات گرامی ہے، اور غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد تو دراصل نبوی مشن کی تکمیل ہی کا ایک حصہ ہے۔ لہٰذا عقل و منطق کا تقاضا ہے کہ اس معاملے میں اسی طریق کار اور منہج (Methodology) کو اختیار کیا جائے جس کے واضح نقوش ہمیں سیرت طیبہ میں ملتے ہوں۔ یوں بھی حضرت امام مالکؒ کے ایک حکیمانہ قول جس کی تائید و توثیق حضرت ابوبکرؓ کے ایک فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ "لن یصلحَ آخر ھذہِ الامۃِ الا بما صلح بہ اولھا" (اس اُمت کے آخری حصے کی اصلاح ہرگز نہ ہو سکے گی مگر اسی طور پر کہ جس طور پر پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی) کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دین کے غلبہ و قیام کے لئے اسی نہج کو اختیار کیا جائے جس کے نشانات راہ آنحضور ﷺ نے اپنی ۲۳ سالہ جاں گسل محنت کے ذریعے معین فرمائے تھے۔ منہاجِ محمدیؐ کانفرنسوں کے انعقاد کے ذریعے زُعمائے ملت کو اسی نکتے کی جانب متوجہ کرنا اور اس پر غور و فکر کے لئے آمادہ کرنا پیش نظر تھا تاکہ "سوئے قطار می کشم ناقہ بے زمام را" کے مصداق قوم و ملت کی اصلاح اور غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد کو ٹھوس بنیادوں اور صحیح نہج پر استوار کیا جا سکے۔

اب تک پاکستان کے چار اہم شہروں میں "منہاجِ محمدیؐ" کے عنوان سے کانفرنسیں منعقد کی جا چکی ہیں۔ اتوار ۲۱ فروری کو اس سلسلے کی پہلی کانفرنس راولپنڈی میں منعقد ہوئی۔ اس کے بعد ۲۸ فروری کو پشاور میں، ۷ مارچ کو فیصل آباد میں اور پھر ۱۴ مارچ کو کراچی میں ان کانفرنسوں کا انعقاد عمل میں آیا۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ ان میں قریباً تمام دینی جماعتوں اور طبقات کی نمائندگی ہو چکی ہے۔ بعض جماعتوں کے سربراہان خود تشریف لائے جبکہ بعض کی صف دوم کی قیادت نے ان میں شرکت کی۔ جماعت اسلامی، تنظیم الاخوان، تحریک منہاج القرآن، تحریک اسلامی، جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت اہلحدیث کے علاوہ بعض دیگر مکاتب فکر کے نمائندہ علماء بھی ان کانفرنسوں میں شرکت فرما چکے ہیں۔ اس سلسلے کی آخری کڑی کی حیثیت لاہور کی کانفرنس کو حاصل ہے جس کا انعقاد اگر اللہ نے چاہا تو ۲۱ مارچ کو عمل میں آئے گا۔ (اس کانفرنس کا مفصل اشتہار اس شمارے کے صفحہ آخر پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے)۔

اب تک جو کانفرنسیں اس ضمن میں منعقد ہوئی ہیں انہیں اس اعتبار سے تو نہایت کامیاب قرار دیا جا سکتا ہے کہ ان میں شرکاء کی حاضری بھی اچھی رہی اور مدعو مقررین کی شرکت کا معاملہ بھی نہایت حوصلہ افزا رہا۔ عام طور پر ایسی کسی کانفرنس یا جلسے کی پبلسٹی کے لئے مقررین کی جو طویل فہرست شائع کی جاتی ہے ان میں سے بمشکل چالیس پچاس فیصد حضرات خطاب کے لئے تشریف لاتے ہیں، لیکن بحمد اللہ ہماری ان کانفرنسوں میں اعلان شدہ مقررین کی شرکت کا تناسب نوے فیصد سے بھی زیادہ رہا۔ مدعوئین میں سے کوئی بزرگ اگر خود تشریف نہ لا سکے تو انہوں نے اپنی جگہ اپنے کسی نمائندے کو ضرور بھیجا۔ اس حد تک تو معاملہ نہایت قابل اطمینان اور حوصلہ افزا ہے لیکن ایک دوسرے پہلو سے معاملہ بہت مایوس کن تھا۔ زعمائے ملت اور علماء کرام میں سے موضوع کا حق ادا کرنے والے بہت کم تھے۔ اکثر مقررین نے بیشتر وقت ضمنی اور ذیلی موضوعات بلکہ غیر متعلق امور پر صرف کیا اور اصل موضوع —— یعنی انقلاب کا نبوی طریق کار اور منہاج —— کو یا تو سرے سے چھیڑا ہی نہیں یا چھیڑا بھی تو محض سرسری طور پر!

یہ بات بھی محسوس کی گئی کہ ہمارے عوام کے ساتھ ساتھ خواص کی اکثریت کی سوچ بھی اس معاملے میں "بیلٹ یا بلٹ" تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ اول تو انتخابی سیاست کا راستہ ہی بعض کے نزدیک غلبہ دین کا واحد راستہ ہے اور جو اس دلدل سے نکلنے کی سوچتے ہیں وہ تمام انقلابی مراحل کو نظر انداز کر کے براہِ راست "بلٹ" یعنی خونی تصادم کی بات کرتے ہیں۔ "جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے!" سچی بات تو یہ ہے کہ اس اہم تر موضوع پر غور و فکر اور سوچ بچار کا حق ابھی تک ادا نہیں کیا گیا۔ اب تک پاکستان میں اسلامی انقلاب کے ضمن میں جو کوششیں ہوتی رہی ہیں وہ اکثر و بیشتر منہاجِ محمدیؐ سے ہٹی ہوئی اور گویا اندھیرے میں ہاتھ پاؤں چلانے کے مترادف تھیں —— ہماری دینی جماعتیں جب تک نبوی منہاج کو اختیار نہیں کریں گی نفاذِ اسلام کے ضمن میں کوئی ٹھوس اور پائیدار نتیجہ برآمد نہیں ہو گا۔ OO

۱۲/مارچ ۹۹ء قراردادِ مقاصد کی پچاسویں سالگرہ کا دن تھا!

اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں شریعت کی بالادستی کے حامل بل کا التوا میں پڑے رہنا بدقسمتی کا مظہر ہے

یہود نے دنیا پر اپنی بالادستی کے قیام کے لئے مذہب کو ریاست سے بے دخل کرنے کے لئے سیکولر نظام رائج کر دیا

ہندوؤں کی روایتی تنگ نظری اور تعصب و ہٹ دھرمی کی وجہ سے ٹریک ٹو پالیسی پر مبنی مذاکرات ناکامی سے دوچار ہو جائیں گے

جماعت اسلامی کے محب وطن اور اسلام پسند کارکنوں سے دہشت گردوں جیسا سلوک کرنا ریاستی دہشت گردی ہے

قراردادِ مقاصد پر آئین کو بالادست قرار دینے کا افسوسناک فیصلہ جسٹس نسیم حسن شاہ کی سربراہی میں لکھا گیا

وزیراعظم ترمیم شدہ شریعت بل سے ذیلی دفعہ ۲ حذف کر دیں تو سینٹ شریعت بل کو متفقہ طور پر منظور کر لے گا

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے ۱۲/مارچ ۹۹ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب : نعیم اختر عدنان

حمد و ثناء تلاوت آیات اور ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا : آج سے ٹھیک پچاس برس قبل ۱۲/مارچ ۹۴۹ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے قراردادِ مقاصد پاس کی تھی۔ گویا آج قراردادِ مقاصد کی پچاسویں سالگرہ ہے۔ قراردادِ مقاصد کی منظوری حقیقت نفس الامری کے لحاظ سے ایک بہت بڑا واقعہ تھا۔ اُس وقت بھی پوری دُنیا پر سیکولرزم کا ڈنکا بج رہا تھا اور آج بھی اس کی حکمرانی ہے۔ یہودیت' عیسائیت اور دیگر مذاہب درحقیقت آسمانی مذاہب کی بگڑی ہوئی اور مسخ شدہ صورتیں ہیں۔ اگرچہ ابتداء میں تو ﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ کے قرآنی فرمان کی رو سے دین بھی ایک تھا اور امت بھی ایک ہی تھی۔ تمام آسمانی مذاہب میں اللہ تعالیٰ ہی کو حاکم حقیقی تسلیم کیا جاتا رہا ہے کہ اس کائنات کا تکوینی حاکم بھی وہی ہے یعنی کائنات کا پورا نظام اسی کے ارادہ و مشیت کے تحت چلتا ہے اور تشریعی حاکمیت کے اعتبار سے بھی اصل اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے کہ کسی شے کو حلال قرار دے یا حرام ٹھہرا دے۔ گویا انسانوں کے لئے قانون وضع کرنے اور شریعت دینے کا اختیار بھی بالکلیہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ یہ تعلیم تمام آسمانی مذاہب کا مرکزی نکتہ رہی ہے۔ لیکن بیسویں صدی کے وسط میں ریاست و مملکت اور قانون سازی کے معاملات سے اللہ کو بے دخل کر کے اسے گرجا گھروں' کلیساؤں اور مسجدوں کے اندر "محبوس" کر دیا گیا۔ اللہ کی تشریعی حاکمیت کے خلاف کھلی بغاوت کا اظہار تھا۔ پارلیمنٹ' عدلیہ' معاشی نظام' سیاسی نظام اور سماجی اقدار سے کسی بھی مذہب' آسمانی ہدایت اور خدائی شریعت کا تعلق یکسر ختم کر دیا گیا۔ چنانچہ ان حالات میں جب پوری دُنیا میں سیکولرزم کا سکہ رواں تھا' پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے قراردادِ مقاصد کو منظور کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو ریاست و مملکت کی سطح پر تسلیم کرنے کا اعلان کیا۔ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے دُنیا کے منفرد اسلامی ملک میں قراردادِ مقاصد کا پاس ہو جانا ایک بہت بڑا واقعہ تھا' جو میرے نزدیک کسی معجزے سے کم نہیں!

مذہب کو ریاست وسیاست سے جدا کرنا یہود کی پانچ

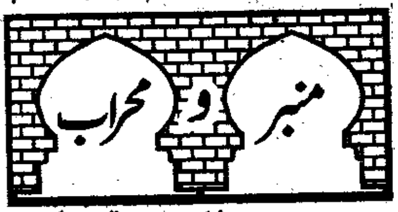

سو سالہ جدوجہد اور سازشی کردار کے نتیجے میں ممکن ہوا۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہود آبادی کے لحاظ دُنیا کی بہت ہی معمولی اقلیت ہیں کہ یہود کی کل آبادی ڈیڑھ کروڑ سے زائد نہیں۔ لیکن اس قلت تعداد کے باوجود یہود کے دلوں میں ایک امنگ اور ولولہ موجزن ہے' بلکہ انہیں یقین حاصل ہے کہ پوری دُنیا پر ان کا غلبہ ہو گا اور پوری دُنیا ان کی رعیت یا باج گزار ہو گی۔ یہود اپنے علاوہ دیگر انسانوں کو Gentils اور "گوئمز" قرار دیتے ہیں کہ مکمل انسان تو صرف یہود ہیں جبکہ باقی ماندہ انسانیت حیوان نما انسانوں پر مشتمل ہے جنہیں اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا اور ہر طرح سے ان کا استحصال کرنا یہود کا پیدائشی حق ہے۔ یہود کی اُمنگ اور خواہش تو بہت بلند ہے مگر اس کے مقابلے میں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ اگر مذہب کا عمل دخل ریاستی معاملات میں ماضی کی طرح بدستور قائم رہتا تو یہود کسی طرح بھی دُنیا پر کنٹرول حاصل نہیں کر سکتے تھے' لہٰذا یہود نے دُنیا پر اپنی بالادستی اور حکمرانی کو قائم کرنے کے لئے مذہب کو ریاست سے بے دخل کر کے سیکولرزم پر مبنی نظام رائج کر دیا۔ یوں اس سیکولر نظام کی وجہ سے یہود کو امریکہ سمیت پوری دُنیا میں شہری حقوق حاصل ہو گئے۔ سیکولر نظام کو دُنیا میں فلسفۂ حیات کی حیثیت سے نافذ کرنے کے بعد یہود نے اپنی تنظیمی صلاحیتوں' ذہانت و فطانت اور سازشی کردار کی وجہ سے پوری دُنیا کو معاشی اعتبار سے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا۔ اس مقام تک پہنچنے کے لئے یہود نے پانچ سو برس کی طویل جدوجہد کی ہے۔ اس سے پہلے یہود کو پورے یورپ میں انتہائی نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ عیسائی تو حضرت عیسیٰؑ کو 'نعوذ باللہ' اپنا خدا مانتے ہیں مگر یہود نے حضرت مسیحؑ کو اپنے تئیں صلیب پر چڑھا دیا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی دشمنی کی یہی سب سے بڑی وجہ تھی۔ یہود نے اپنے روایتی سازشی کردار کو بروئے کار لاتے ہوئے ہسپانیہ کی فتح میں مسلمان افواج کی مدد کی۔ اس لئے کہ ہسپانیہ میں یہود کو عیسائیوں کے ہاتھوں شدید ترین تعذیب "Persecution" کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا' لہٰذا سپین کی سرزمین سے مورچہ لگا کر یہود نے پورے یورپ پر نقب لگائی اور عیسائی مذہب میں "پروٹسٹنٹ" کے نام سے ایک نیا فرقہ پیدا کر دیا۔ اسی پروٹسٹنٹ فرقہ کی مدد سے یہود یورپ میں سودی کاروبار

کی اجازت حاصل کرلی۔ حاصل کلام یہ کہ یہود اپنی طویل جدوجہد اور محنت و کوشش کے بعد بالآخر مذہب کو ریاست سے بے دخل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اس تناظر میں قرارداد مقاصد کی منظوری، جس میں اللہ کی حاکمیت کو ریاست کی سطح پر تسلیم کیا گیا ہے، پوری دنیا میں رائج انسانی حاکمیت کے اِس سیکولر نظام کے خلاف اعلانِ بغاوت کے مترادف تھی۔ یہ قرارداد گویا کہ سیاسی سطح پر دنیا میں اللہ کی حاکمیت پر مبنی "توحید سیاسی" کو ریاست و مملکت کی سطح پر تسلیم کرنے کا اعلان تھا۔

نعرہ زن عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد
حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد

دستور ساز اسمبلی کی طرف سے قرارداد مقاصد کی منظوری نے پوری دنیا میں ایک ہلچل مچادی کہ اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرنے کی وجہ سے شیطان اور شیطانی قوتوں کے آلۂ کار یہود کی پانچ سو سالہ جدوجہد کی نفی ہو رہی تھی۔ چنانچہ ان کے کان کھڑے ہوئے کہ "نظامِ کہنہ کے پاسبانو! یہ معرضِ انقلاب میں ہے" پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کی طرف سے قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد دنیا بھر کی شیطانی قوتیں اس کو ناکام بنانے کے لئے جمع ہو گئیں۔

شیطان کی وسوسہ اندازی کے نتیجے میں دینی جماعتوں نے انتخابات کے میدان میں کودنے کی غلط حکمت عملی اپنا لی اور نفاذِ اسلام کو "الیکشن ایشو" کی حیثیت دے کر متنازعہ بنا دیا۔ دینی جماعتوں کے قائدین کو شیطان کی وسوسہ اندازی سے یہ محسوس ہوا کہ انتخابات میں حصہ لینے کی دیر ہے پھر کامیابی ہمارا مقدر ہو گی، ہم اسلام کے نام پر عوام سے ووٹ مانگیں گے اور وہ ہمیں ووٹ دے دیں گے اور یوں ہم اقتدار میں آکر اسلام نافذ کر دیں گے، لیکن اس سادہ اور آسان سی حکمت عملی نے بہت سے اہم حقائق نظروں سے اوجھل کر دیئے۔ ہم یہ بھول گئے کہ پاکستان میں سیاسی طور پر اسلام کو وہ حیثیت حاصل نہیں ہے جو برادری سسٹم کو حاصل ہے۔ یہاں تو وڈیرہ شاہی کا راج ہے، کاشت کار اور ہاری کسی وڈیرے کے خلاف اپنی رائے کا کیسے اظہار کر سکتا ہے؟ اگرچہ یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ پاکستانی اسلام سے محبت کرنے والی قوم ہے مگر دیگر زمینی حقائق کے تناظر میں خالصتاً اسلام کے لئے ووٹ دینا آسان بات نہیں ہے۔ چنانچہ اسلام کی علمبردار دینی جماعتوں کی غلط حکمت کی وجہ سے نفاذ اسلام کی جانب ٹھوس پیش رفت کا آغاز نہ ہو سکا بلکہ مذہب کے نام پر کئی جماعتوں نے میدانِ سیاست میں کود کر خود مذہب کو متنازعہ بنا دیا۔

دوسری جانب شیطان کے سب سے بڑے ایجنٹ یہود نے جن کا سب سے بڑا آلۂ کار امریکہ ہے، سازشوں کا جال بُننا شروع کیا۔ امریکہ نے پاکستان کی مسلح افواج کے سربراہ ایوب خان کو دورۂ امریکہ کی دعوت دی، وہاں ان کی خوب پذیرائی کی گئی اور اقتدار پر قبضہ کرنے کے لئے ان کو باقاعدہ شہ دی گئی۔ چنانچہ ایوب خان نے دورۂ امریکہ سے واپس آتے ہی ۱۹۵۶ء کے دستور کی بساط لپیٹ کر رکھ دی۔ اور یوں ایوب خان کے نافذ کردہ مارشل لاء کی وجہ سے دستور سازی کی ۱۱ سالہ محنت ملیامیٹ ہو گئی۔ اور قرارداد مقاصد کی صورت میں دستوری طور پر اسلام کی جانب جس پیش رفت کا آغاز ہوا تھا وہ تعطل کا شکار ہو گئی۔

قرارداد مقاصد کی عظمت و اہمیت سے اکثر لوگ واقف نہیں ہیں۔ اس تاریخی قرارداد کی رو سے ریاست کا فرض منصبی قرار پایا کہ وہ مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطحوں پر اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے قابل بنائے۔ دنیا کا کوئی ملک اور ریاست ایسی نہیں جس نے پاکستان کی طرح ریاستی سطح پر اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کیا ہو۔

الحمدللہ کہ پاکستان میں نظام خلافت کے قیام کی خشت اول ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء ہی کو قرارداد مقاصد کے حسب ذیل الفاظ کے ذریعے رکھ دی گئی تھی۔ یہ روح پرور اور ایمان افروز عبارت دنیا کے کسی آئین و دستور میں شامل نہیں ہے کہ:

"چونکہ کل کائنات پر حاکمیت کا مالک صرف اللہ ہے جو قادرِ مطلق ہے، اور پاکستان کے عوام کو جو اختیارات حاصل ہیں وہ ایک مقدس امانت ہیں جو اللہ کی معین کردہ حدود کے اندر اندر ہی استعمال ہو سکتے ہیں ـــــ اور چونکہ یہ پاکستان کے عوام کا عزم مصمم ہے کہ وہ ایک ایسا نظام قائم کریں جس میں ریاست اپنے اختیارات اور اقتدار کا استعمال عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے کرے گی، جس میں جمہوریت، مساوات، رواداری اور عدلِ اجتماعی کے ان اصولوں کی پوری پابندی کی جائے گی جو اسلام نے معین کئے ہیں...."

اس لئے کہ ان جامع الفاظ کے ذریعے نہ صرف یہ کہ اللہ کی حاکمیت مطلقہ کے اس دائمی اور اٹل اصول کو جو توحید الٰہی کا لازمی تقاضا ہے، صرف تکوینی ہی نہیں بلکہ تشریعی (Legislative) دائرے میں بھی تسلیم کر لیا گیا ہے، بلکہ خلافت کی اس صورت کو بھی واضح طور پر معین کر دیا ہے جو نبی اکرم ﷺ پر نبوت و رسالت کے اختتام کا لازمی تقاضا اور منطقی نتیجہ ہے ـــــ یعنی "خلافت عوام" جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "آمرا لمسلمین" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے تھا۔ مزید برآں نظام عدل اجتماعی کے ضمن میں بھی طے کر دیا گیا ہے کہ وہ اسلام کے معین کردہ اصولوں پر مبنی ہو گا۔

بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ نے بھی پاکستان کو اسلام کے زریں اصولوں کا نمونہ بنانے کے عزم کا اعادہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "پاکستان کا قیام پوری دنیا کے لئے مثالی اسلامی ریاست کا عملی نمونہ قائم کرنے کے لئے عمل میں آیا ہے"۔ قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد اس جانب اگلا قدم یہ تھا تمام مکاتب فکر کے نمائندہ علماء کرام نے متفقہ طور پر ۲۲/اصول مرتب کئے کہ ان کی روشنی میں ملک کا دستور و قانون تشکیل دیا جائے۔ ان بائیس نکات کے بعد علماء کے اوپر اس بات کا کوئی الزام نہیں آسکتا کہ ان کے اختلاف کی وجہ سے ملک کا دستور نہیں بن سکا! بہرحال پاکستان کے آئین میں موجود قرارداد مقاصد کے اندر پورا اسلام موجود ہے اور اس سے اسلامی ریاست کے لئے درکار تمام دستوری تقاضے پورے ہو جاتے ہیں مگر افسوس کہ قرارداد مقاصد سے متصادم دفعات کی آئین میں شمولیت کے باعث قرآن و سنت کو سپریم حیثیت حاصل نہیں ہو سکی، چنانچہ اسی بنا پر آج پاکستان کا آئین منافقت کا پلندہ بن چکا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آج سے پچاس برس پہلے قرارداد مقاصد کی منظوری سے ہم نے بحیثیت قوم جس سفر کا آغاز کیا تھا وہ آج تک کیوں پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا؟ اس کی سب سے بڑی اور اہم ترین وجہ یہ ہے کہ قرارداد مقاصد ۳۵ برس تک آئین کے صرف دیباچے میں شامل رہنے کی وجہ سے غیر مؤثر رہی اور یوں اسے قوت نافذہ حاصل نہ ہو سکی۔ صدر ضیاء الحق مرحوم نے اس ضمن میں ایک نہایت اہم قدم اٹھایا اور یہ بلاشبہ ان کا بہت بڑا کارنامہ تھا کہ ۲/مارچ ۸۵ء کو قرارداد مقاصد کو دفعہ ۲/الف کے ذریعے آئین کا باقاعدہ حصہ بنا دیا۔ اس طرح قرارداد مقاصد دستور کا باقاعدہ جزو بن گئی۔ ۸۷ء سے ۹۱ء تک کے چار سالہ عرصہ کے دوران سندھ ہائی کورٹ نے کئی فیصلے قرارداد مقاصد کو مدِنظر رکھ کر دیئے اور کئی فیصلے اس کے برعکس دیئے۔ مثبت فیصلوں میں کہا گیا کہ چونکہ قرارداد مقاصد آئین کا باقاعدہ حصہ ہے، لہٰذا آئین میں اگر کوئی دفعہ قرآن و سنت سے متصادم ہے تو وہ از خود کالعدم شمار ہو گی۔ لیکن سندھ ہائی کورٹ کے بعض بینچز نے فیصلہ دیا کہ قرارداد مقاصد کو بھی آئین کی دیگر دفعات کی طرح محض ایک دفعہ ہی کی حیثیت حاصل ہے لہٰذا دستور کی ایک دفعہ دوسری آئینی دفعات پر بالادست و حاکم نہیں ہو سکتی۔

آئین کی دفعہ (۴۵) بہت اہم ہے۔ اس کی رو سے صدر مملکت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ قاتل کی جان بخشی کر سکتا ہے! صدر مملکت کا یہ اختیار خلاف اسلام ہے۔ اس لئے کہ اسلام نے یہ حق صرف اور صرف مقتول کے ورثاء کو دیا ہے کہ وہ اگر چاہیں تو قاتل کو معاف کر سکتے ہیں۔ لیکن بعض فیصلوں میں اس دفعہ کو قرارداد مقاصد سے بالاتر قرار دیا گیا۔ اسی طرح ۹۷ء میں لاہور ہائی کورٹ

نے تو "سکینہ بیگم بنام فیڈریشن" نامی مقدمہ میں قراردادِ مقاصد کو بالاتر حیثیت دے کر فیصلہ دیا تھا لیکن جب اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں نظرثانی کی اپیل دائر ہوئی تو سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ کے فیصلہ کو مسترد کرکے قراردادِ مقاصد پر آئین کی دوسری دفعہ کو بالادست قرار دے دیا۔ یہ افسوسناک فیصلہ لکھنے والی قابل احترام شخصیت جناب جسٹس نسیم حسن شاہ کی ہے۔ شاہ صاحب اگرچہ پاکستان کی نظریاتی اساس اور دو قومی نظریئے کے حامیوں میں سے ہیں اور مسلم لیگ کے ساتھ ان کی وفاداری بھی شک و شبہ سے بالاتر ہے لیکن اس سب کے باوجود ان کی سربراہی میں سپریم کورٹ نے "حاکم خان بنام فیڈریشن" نامی مقدمے میں اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ قراردادِ مقاصد کو پورے دستور پر سپریم حیثیت حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قراردادِ مقاصد آئین کا حصہ ہونے کے باوجود ابھی تک غیر موثر ہے۔ اس صورت حال کا اصل سبب کیا ہے؟ پرانے حکماء اپنے نسخوں کے لئے ایک آنچ کی کسر کا محاورہ استعمال کیا کرتے تھے' یہی ایک آنچ کی کسر بسااوقات جان لیوا ثابت ہو جاتی ہے۔ دفعہ ۲ (اے) کے ذریعے قراردادِ مقاصد کو آئین کا حصہ تو بنا دیا گیا مگر کسر یہ رہ گئی تھی یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ دفعہ پورے دستور پر حاوی ہوگی۔ یا پھر دفعہ ۲۲۷ میں ان الفاظ کا اضافہ کر دیا جاتا کہ قرآن و سنت کو ملک کے سپریم لاء کی حیثیت حاصل ہوگی تو اس سے بھی یہ تقاضا پورا ہو جاتا مگر افسوس کہ ایسا نہیں کیا گیا۔ ایک تیسری شکل یہ تجویز ہوئی کہ آئین میں ترمیم کرکے قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء بنا دیا جائے۔ ۱۸/ جون ۹۱ء کو وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے اپنے پہلے دور حکومت میں قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کے لئے آئینی ترمیم کا وعدہ کیا مگر آٹھ سال کا طویل عرصہ گزارنے کے بعد اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے شریعت بل کے نام سے جو ترمیمی پیکج لایا گیا وہ غیر ضروری دفعات کی شمولیت کی وجہ سے اختلافی حیثیت اختیار کر گیا۔

میاں نواز شریف صاحب نے اپنے پیش کردہ بل میں مختلف حلقوں اور مسلم لیگ کے بعض اہم لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے کچھ ترمیم کی ہے' مگر اس کے باوجود اس ترمیم شدہ شریعت بل میں اب بھی ایک حصہ ایسا موجود ہے جس کی وجہ سے بل پر شک و شبہ کا جواز بنتا ہے۔ اگر نواز شریف صاحب اس متنازعہ اور اختلافی حصے کو بل سے نکال دیں تو پھر کوئی شخص شریعت بل کی مخالفت کی جرأت نہیں کرے گا۔

یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ خود میں نے اس ترمیم شدہ شریعت بل کی حمایت میں اخبارات میں اشتہار دیا تھا کہ قومی اسمبلی سے منظور کردہ شریعت بل میں کوئی قباحت موجود نہیں ہے لہٰذا اسے سینٹ کو منظور کرلینا چاہئے۔

اسی حوالہ سے میں نے جناب اعتزاز حسن' جناب احسان الحق پراچہ' جناب اجمل خٹک جیسے سینٹر حضرات سے ملاقاتیں کیں۔ ان تینوں حضرات کی طرف سے جو موقف سامنے آیا' میں اسے رد نہیں کر سکتا۔ ان لوگوں کا موقف یہ ہے کہ شریعت بل کی ذیلی (دفعہ ۴) کے مطابق نفاذ شریعت کے لئے وفاقی حکومت کی طرف سے جاری کردہ تمام فرامین اور اس ضمن میں اٹھائے جانے والے تمام اقدامات دستور اور عدلیہ سے بھی بالاتر قرار پاتے ہیں! اگرچہ میری رائے تو یہ ہے کہ یہ دفعہ قرآن و سنت کی بالادستی کے لئے ہے مگر شریعت بل پر معترضین کا کہنا ہے کہ اس کے حوالے سے وفاقی حکومت کی طرف سے جاری کردہ دیگر فرامین کے بارے میں بھی یہ موقف اختیار کرنے کی گنجائش موجود ہے کہ یہ بھی دستور اور عدلیہ سے بالاتر ہوں گے۔ شریعت بل کے ذریعے جو شے حکومت لانا چاہتی ہے وہ قراردادِ مقاصد میں پہلے سے موجود ہے۔ علاوہ ازیں دستور کے دوسرے باب کی دفعہ ۳۱ میں تمام ضروری چیزیں موجود ہیں یعنی یہ کہ ریاست کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو انفرادی اور اجتماعی ہر دو میدانوں میں اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگیاں گزارنے کے لئے ماحول فراہم کرے۔ جہاں تک امر بالمعروف اور نہی المنکر کا تعلق ہے' آنحضور ﷺ پر دین و شریعت کی تکمیل ہو چکی ہے چنانچہ اب ہمیشہ کے لئے بعض معروف معین طور پر فرائض کا درجہ اختیار کر چکے ہیں اور بعض منکرات بھی معین طور پر حرام قرار پا گئے ہیں۔ ریاستی سطح پر قانون کے ذریعے فرائض کو تو لازماً نافذ العمل کیا جائے گا مگر اخلاقی تعلیمات کو جو اگرچہ معروف ہی کہلاتی ہیں' قانوناً نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح منکر کی وہ شکل جسے حرام قرار دے دیا گیا اس کا لازماً قانون کے ذریعے خاتمہ کیا جائے گا۔ لیکن وہ چیزیں جو مکروہ کے درجے کی ہے انہیں قانوناً ممنوع قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا اب ترمیمی پیکج میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حوالے سے اقدامات کا ذکر غیر ضروری ہی نہیں الجھاؤ پیدا کرنے کا باعث بھی ہے۔

اس اختلافی دفعہ کے حوالے سے ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ وفاقی حکومت کے پاس مجوزہ اختیار آجانے سے عدم توازن کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے کہ پاکستان ایک وفاقی فیڈریشن ہے جو چار صوبوں پر مشتمل ہے۔ آئین میں مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں کے اختیار کے مابین توازن قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ شریعت بل میں مجوزہ دفعہ کی رو سے چونکہ تمام تر اختیار مرکزی حکومت کو دیا جا رہا ہے' لہٰذا چھوٹے صوبوں کی طرف سے اعتراض اور اختلاف کا معاملہ قابل فہم نظر آتا ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر اگر ترمیم شدہ شریعت بل سے ذیلی دفعہ ۴ حذف کر دی جائے تو اس صورت میں شریعت بل کی کوئی بھی شخص مخالفت نہیں کرے گا۔ بصورت دیگر شریعت کی بالادستی کے حامل بل کا التواء میں پڑے رہنا بہت بڑی بدقسمتی کا مظہر ہے اس لئے کہ پاکستان کے قیام کی وجہ جواز ہی اسلام کا نفاذ تھا۔

حکومت کی پالیسوں پر اختلاف رائے اور احتجاج ہر شہری کا آئینی و جمہوری حق ہے مگر بھارتی وزیر اعظم کی آمد کے موقع پر جماعت اسلامی کے احتجاج کے اگلے روز لاہور میں جماعت اسلامی لاہور کے جلسہ کے شرکاء پر جس طرح کا بہیمانہ تشدد پولیس نے کیا وہ انتہائی قابل مذمت ہے۔ جلسہ کے شرکاء پر بے رحمی کے ساتھ تشدد کرنے کے علاوہ آنسو گیس پھینکی گئی جس سے محترم قاضی حسین احمد' امیر جماعت اسلامی متاثر ہوئے اور انہیں ہسپتال داخل ہونا پڑا۔ جماعت اسلامی کو احتجاج کرنا چاہئے تھا یا نہیں' اس سے کوئی شخص اختلاف کرنا چاہئے تو اسے یہ حق حاصل ہے' مگر جماعت اسلامی کا یہ 'احتجاج' سیاسی مظاہرے ہی کے ذیل میں شمار ہوتا ہے لہٰذا جماعت کے لوگوں کے ساتھ سیاسی کارکنوں جیسا سلوک ہی کیا جانا چاہئے تھا۔ لیکن اس کے برعکس جماعت اسلامی کے محب وطن اور اسلام پسند کارکنوں سے دہشت گردوں جیسا سلوک کیا جا رہا ہے جو بہت بڑی زیادتی اور ظلم ہے۔ میرے خیال میں جماعت اسلامی کو کچلنے کی موجودہ حکومتی پالیسی بھی نیو ورلڈ آرڈر کے ایجنڈے کی تکمیل میں اپنا حصہ ڈالنے کی کوشش ہی کا مظہر ہے۔ وہ اس لئے کہ پاکستان کا بنیاد پرست طبقہ امریکہ کو قابل قبول نہیں ہے۔ چنانچہ ریاستی جبر کے ذریعے جماعت اسلامی کو کچلنے کی کوشش کے پیچھے دوسری دینی جماعتوں کے لئے یہ پیغام بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کسی نے یہ راستہ اختیار کیا تو اس کا حشر بھی اسی طرح ہوگا۔

پاکستان اور بھارت کے مابین مفاہمت اور دوستانہ تعلقات کے قیام کے حوالے سے تیسری مرتبہ بھارتی وزیر داخلہ ایل کے ایڈوانی نے دونوں ممالک کے مابین کنفیڈریشن کے قیام کی تجویز پیش کی ہے۔ بھارتی قیادت کی طرف سے کنفیڈریشن کی تجویز کے اِعادے سے معلوم ہوتا ہے پاکستان اور بھارت میں "ٹریک ٹو" خفیہ مذاکرات امریکی دباؤ کا نتیجہ ہیں اور پاکستان کی موجودہ حکومت اس حوالے سے امریکہ کی پالیسی کے ساتھ ہم آہنگ ہی نہیں بلکہ ان مذاکرات کی کامیابی سے ملک و ملت کو لاحق خطرات کے نتائج و عواقب سے بے پروا بھی ہو چکی ہے۔ ہندوستان سے مفاہمت اور دوستی کے قیام کا منطقی نتیجہ یہ نکلے گا کہ نہ صرف یہ کہ پاکستان کا معنوی وجود ختم ہو کر رہ جائے گا بلکہ اسے بھارت کی طفیلی ریاست کی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔ ٹریک ٹو پالیسی پر مبنی مذاکرات کو منطقی

افغانستان کی اسلامی حکومت نے قیام امن کے لئے اسلامی اخوت کو بنیاد بنایا ہے

طالبان اور شمالی اتحاد کے مابین اشتراک عمل کا معاہدہ عالم اسلام کے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے

کیا امریکہ جنوبی ایشیا میں کسی خاص حکمت عملی کے تحت نئی منصوبہ بندی کر رہا ہے؟

مرزا ایوب بیگ' لاہور

۱۹۸۸ء میں سویت یونین کی افغانستان میں عبرت ناک شکست کے بعد افغانستان میں طالبان اور شمالی اتحاد کا مل کر حکومت بنانے کا معاہدہ عالم اسلام کے لئے رواں صدی کے اس عشرے کی سب سے بڑی خوشخبری ہے۔ افغانستان میں ایک عرصہ سے خون بہ رہا تھا۔ سرخ سامراج کا مقابلہ کرتے ہوئے جو لوگ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے تھے وہ تو بہرحال سمجھ آنے والی بات تھی' کوئی اسے جہاد فی سبیل اللہ نہ بھی مانے تب بھی اس کے جہادِ حریت ہونے سے کس کو انکار ہو سکتا تھا۔ لیکن افغانستان سے روسی افواج کے اخراج کے بعد امریکہ کی مسلسل یہ کوشش تھی کہ افغانستان میں خالص اسلامی حکومت قائم نہ ہو سکے۔ افغان ایک طویل عرصے سے باہمی خون خرابے میں مصروف تھے۔ عام تاثر یہی تھا بلکہ یہی ہے کہ افغانیوں کے باہمی فساد کو بھڑکانے میں امریکہ اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ بے نظیر بھٹو کے دورِ حکومت میں جنرل (ر) نصیر اللہ بابر اگرچہ وزیر داخلہ تھے۔ لیکن بے نظیر نے افغان امور ان کے سپرد کئے ہوئے تھے۔ اس دور میں مدرسوں کے پڑھے ہوئے طالب علم جو روسی افواج کے خلاف مختلف تنظیموں کے جھنڈے تلے جہاد میں حصہ لے چکے تھے ان سب نے طالبان کے نام سے ایک نئی تنظیم بنائی جو دیکھتے ہی دیکھتے افغانستان کی سب سے بڑی اور طاقتور ترین تنظیم بن گئی اور اس نے شمالی افغانستان کو چھوڑ کر دارالحکومت کابل سمیت تمام افغانستان پر قبضہ کر لیا۔ طالبان دشمن قوتیں شمالی افغانستان میں اکٹھی ہو گئیں اور آج سے قریباً ایک سال قبل طالبان کو دھوکے سے شمالی افغانستان کے مرکزی شہر مزار شریف بلا کر ان کی فوج کی ایک بہت بڑی تعداد کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ طالبان کے لئے یہ بہت بڑا دھچکہ تھا لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری نتیجتاً ان کے دشمنوں میں حکمت یار اور برہان الدین ربانی وغیرہ تو بالکل تنہا اور بے بس ہو گئے اب یا تو احمد شاہ مسعود کے ساتھ کچھ لوگ تھے اور انہیں بعض بیرونی عناصر کی حمایت حاصل تھی یا ایران کی حمایت یافتہ حزب وحدت جو تین دھڑوں میں بٹ چکی ہے اور اس کی قیادت اکثر و بیشتر ایران میں پناہ گزیں ہے۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو طالبان نے شمالی اتحاد کو اقتدار میں شریک کر کے امن کے قیام کے لئے بہت بڑے ایثار کا مظاہرہ کیا ہے اور یہ ان کی وسیع الظرفی اور وسیع القلبی کا مظاہرہ ہے کہ انہوں نے معاملات کو طے کرتے ہوئے اپنی قوت اور تنظیم کی بجائے اسلامی اخوت کو بنیاد بنایا ہے۔

یہ معاہدہ اگرچہ ترکمانستان کے دارالحکومت اشک آباد میں جاری مذاکرات کے آخری روز طے پایا ہے لیکن اس معاہدے کیلئے چار ماہ سے زبردست کوششیں جاری تھیں اور پاکستان کی وزارت خارجہ نے بھی اس میں اہم رول ادا کیا ہے۔ اس معاہدے کی اہم شقیں یہ ہیں :

۱) جنگ بندی کیلئے اصولی سمجھوتہ ہو گیا ہے فریقین جنگ بندی پر باضابطہ مذاکرات عیدالاضحیٰ کے بعد کریں گے۔

۲) دونوں دھڑے اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ اشک آباد مذاکرات کے بعد آئندہ باہمی مذاکرات صرف

تجزیہ

اپنے ملک یعنی افغانستان میں ہوں گے۔

۳) قیدیوں کے تبادلے کے بارے میں بھی اتفاق رائے ہو گیا ہے اور یہ طے پایا ہے کہ ابتدائی طور پر دونوں دھڑے بیس بیس قیدی ریڈ کراس کے ذریعے رہا کریں گے۔

۴) اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ حکومت افغانستان کے تینوں بڑے ستونوں مقننہ' عدلیہ اور انتظامیہ میں حزب مخالف کو بھی نمائندگی دی جائے گی۔ لیکن اس کی تفصیلات بعد میں طے کی جائیں گی۔

دونوں فریقوں میں کابل کی حکومت مل کر چلانے کے بارے میں بھی اصولی اتفاق رائے ہو گیا ہے۔ اس معاہدے سے جنگ زدہ علاقے میں مستقل امن قائم ہونے کی توقع بندھ گئی ہے۔ افغانی چونکہ جارحانہ مزاج رکھتے ہیں لہٰذا جنگ ان کے کلچر کا حصہ بن چکی ہے اسی جنگجویانہ ذہنیت کے باعث کوئی بیرونی عنصر براہِ راست افغانستان پر قابض نہ ہو سکا۔ انگریز دور اندیش اور مختلف قوموں کی نفسیات کا گہرا علم رکھتا تھا۔ لہٰذا برصغیر پاک و ہند میں ایک طویل عرصہ اپنی عسکری موجودگی کے باوجود اس نے کابل کے تخت کو براہِ راست فتح کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی بلکہ اپنی مکارانہ چالوں اور ریشہ دوانیوں سے اسے کابل کی حکومت میں بڑا اثر و رسوخ حاصل رہا اور اس نے ہمیشہ وہاں بالواسطہ کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کی جب کہ روس نے براہِ راست عسکری مداخلت کی حماقت کی اور اس کا بھرپور مزہ چکھا۔

افغانستان میں خانہ جنگی اور خون خرابے کی وجہ سے علاقے کے تمام ممالک متاثر ہو رہے تھے۔ پاکستان قیام امن کے لئے کی جانے والی کوششوں کے لئے پیش پیش تھا لیکن اس کے علاوہ وسط ایشیا کی ریاستیں ازبکستان' قازقستان اور تاجکستان نے بھی سرکاری سطح پر طالبان سے رابطہ کیا اور قیام امن کے لئے ہونے والے معاہدے میں اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ ان مذاکرات سے ترکی کو بھی باخبر رکھا گیا۔ اقوام متحدہ ان مذاکرات کو مانیٹر کرتا رہا اور اشک آباد میں ہونے والے سہ روزہ نتیجہ خیز مذاکرات بھی اقوام متحدہ کے زیر اہتمام ہو رہے تھے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے اور کافی حد تک درست سمجھا جاتا ہے کہ اقوام متحدہ امریکہ کی مرضی کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتی یا نہیں دیتی۔ کیا اب امریکہ افغانستان میں امن قائم کرنے کا قائل ہو گیا ہے یا امریکہ دنیا کے اس خطے میں کسی خاص حکمت عملی کے تحت نئی منصوبہ بندی کر رہا ہے؟ جس کیلئے افغانستان میں امن کا قیام اس کی ضرورت بن گیا ہے۔

ابھی اس سلسلہ میں کوئی حتمی بات کہنا بہت مشکل ہے تاہم راقم کی رائے میں پاکستان اور بھارت کے ایٹمی تجربات کے بعد امریکہ کے لئے پہلا اور آخری مسئلہ جوہری قوت کے حصول کی کوششوں کو محدود بلکہ ختم کرنا ہے۔ اس قسم کی خبروں نے امریکی حکام کی نیندیں حرام ہو گئی ہیں کہ مستقبل قریب میں ایٹمی ہتھیار دہشت گرد

(باقی صفحہ ۷ پر)

افکار معاصر

دینی جماعتوں کو ڈاکٹر اسرار کا صائب مشورہ

ہفت روزہ "تکبیر" کراچی بابت ۱۸ فروری ۹۹ء کا ادارتی شذرہ

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کراچی میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ دینی جماعتوں کو "حکمران ہٹاؤ کے بجائے اسلام لاؤ" تحریک شروع کرنی چاہئے۔ ڈاکٹر صاحب یہ بات گزشتہ کچھ عرصے سے تواتر کے ساتھ کہہ رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی معقولیت سے کوئی سمجھدار آدمی مشکل ہی سے انکار کر سکتا ہے۔ حکومت کے خاتمے کی ہر تحریک منفی ذہنیت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لئے ہونے والے اتحاد ہمیشہ حکومت کے خاتمے پر بکھر جاتے ہیں۔ ۱۹۷۷ء کی نظام مصطفیٰ تحریک اس حقیقت کا بین ثبوت ہے۔ اس تحریک میں شامل جماعتوں کا مقصد اگر واقعی اسلام کا نفاذ ہوتا تو بھٹو حکومت کے بعد بھی ان کا اتحاد برقرار رہتا لیکن چونکہ یہ اتحاد فی الواقع بھٹو حکومت کے خاتمے کے منفی مقصد کے لئے وجود میں آیا تھا اور نظام مصطفیٰ کا نعرہ اس میں شامل جماعتوں کی اصل بنائے اتحاد تھا ہی نہیں۔ اس لئے بھٹو حکومت کے رخصت ہوتے ہی اس اتحاد میں دراڑیں پڑ گئیں اور بالآخر یہ چکنا چور ہو کر رہ گیا۔

دراصل حکومت کے خاتمے کی ہر تحریک کے پیچھے حصول اقتدار کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے جو بجائے خود دینی مزاج کے منافی ہے۔ قرآن کے مطابق ہر نبی اپنی تحریک اس اعلان کے ساتھ چلاتا رہا کہ میں اس کام پر تم سے کسی طرح کا کوئی اجر نہیں مانگتا' میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ نبی آخر الزماں ﷺ کے ارشادات اس بارے میں بہت واضح ہیں کہ اقتدار کی طلب ہی کسی شخص یا گروہ کی نااہلیت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ ہماری رائے میں آج عوام میں دینی جماعتوں کی بے اعتباری کا بنیادی سبب حصول اقتدار کی جنگ میں ان کا براہ راست شرکت ہے۔ اس چیز نے نفاذ اسلام کے مقصد سے ان کے اخلاص کو مشتبہ بنا دیا ہے اور ہر انتخابی معرکے میں ان کی مقبولیت بتدریج کم ہوتی چلی گئی۔ اس کے برعکس جب تک وہ حصول اقتدار کی دوڑ میں شریک ہوئے بغیر صرف نفاذ اسلام کے لئے جدوجہد کرتی رہیں اس وقت تک ایک طرف عوام میں ان کی ساکھ اور حکمرانوں پر ان کی دھاک قائم رہی اور دوسری طرف ان کی جدوجہد کے مثبت نتائج بھی برآمد ہوتے رہے۔ قرار داد مقاصد اور ۱۹۵۶ء کا دستور وغیرہ اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ دینی جماعتوں کو پے در پے تجربات سے یہ سبق سیکھ لینا چاہئے کہ اگر وہ حکومتوں کے خاتمے کے بجائے نفاذ اسلام کے مثبت ہدف کی خاطر متحد اور منظم ہوں اور خود طالب اقتدار بننے کے بجائے حکمرانوں سے اس حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل کا مطالبہ کریں تو عوام اقتدار کے معاملے میں ان کی کھلی بے غرضی کے سبب ان پر پورا اعتماد کرتے ہوئے اس تحریک میں ان کا بھرپور ساتھ دیں گے۔ دینی جماعتوں کو ان کی کھوئی ہوئی ساکھ اور وقار از سر نو حاصل ہو جائے گا۔ ایک بار پھر عوام کے دلوں پر ان کی حکومت ہوگی اور حکمرانوں کے لئے ان کی برپا کردہ تحریک کے مطالبات کو مسترد کرنا آسان نہ ہوگا۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اس ضمن میں جو کوشش کر رہے ہیں' توقع کی جانی چاہئے کہ مخلص دینی رہنما ان کوششوں میں ان سے پورا تعاون کریں گے اور نفاذ اسلام کے عظیم مقصد کی خاطر فروعی اختلاف کو بالائے طاق رکھ دیں گے۔

بقیہ : تجزیہ

کی پہنچ سے باہر نہیں ہوں گے۔ چنانچہ مسئلہ کشمیر کو کسی نہ کسی طرح حل کر دینا' ہاکی کرکٹ اور بس ڈپلومیسی' ثقافتی طائفوں کے تبادلے وغیرہ اس نئی حکمت عملی کا حصہ معلوم ہوتے ہیں۔ امریکہ پاکستانی فوج کی اس دیرینہ خواہش سے بہت اچھی طرح آگاہ ہے کہ اس کی شمال مغربی سرحد کسی طرح بالکل محفوظ ہو جائے۔ اگر پاکستان کی شمال مغربی سرحد کو محفوظ بنا دیا جائے اور بھارت سے اس کے معاملات کو طے کرا دیا جائے تو پاکستان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا جاسکتا ہے کہ اسے اب نہ ایٹمی قوت کا حامل ہونے کی ضرورت ہے اور نہ خواہ مخواہ اتنی بڑی فوج پالنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے موجودہ حکمران اقتصادی ترقی کے لئے جس طرح دیوانے ہوا چاہتے ہیں انہیں اس ٹریک پر لے آنا امریکہ کے لئے کچھ بہت مشکل نہیں ہوگا۔ اقتصادی استحکام کی اہمیت اور افادیت سے انکار بہت بڑی حماقت ہوگی لیکن ہر مخلص اور دور اندیش حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنی ترجیحات کا تعین اپنے جغرافیہ اور اپنی تاریخ کو مد نظر رکھ کر کرے۔ بہرحال اگر امریکہ اپنی کسی حکمت عملی کے تحت مسلمانوں میں صلح کرانے پر مجبور ہوتا ہے تو مسلمانوں کو آگے بڑھ کر پوری گرمجوشی اور خلوص و اخلاص سے اور جذبہ ایثار سے کام لیتے ہوئے اپنے مسلمان بھائیوں سے صلح کر لینی چاہئے' لیکن اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ امریکہ اُمت مسلمہ کو اپنا نمبر ایک اور سب سے بڑا دشمن قرار دیتا ہے۔ لہٰذا اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ مستقبل میں اس کی فتنہ پردازی سے ہوشیار اور چوکنا رہنا چاہئے تاکہ وہ اپنے مفادات حاصل کرنے کے بعد دوبارہ مسلمانوں میں انتشار و افتراق کے بیج نہ بو سکے' جیسا کہ وہ ماضی میں کرتا رہا ہے۔

بقیہ : قلم برداشتہ

وطن عزیز پاکستان کی پولیس کے بارے میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اجمل میاں کے ریمارکس قابل غور ہیں کہ "پاکستان کے تفتیشی ادارے نااہل اور بدعنوان ہیں" پاکستان کی تاریخ کا ایک اعتبار سے سیاہ دور یہ بھی ہے کہ عدلیہ کے وقار کو ہر دور میں ٹھیس پہنچائی گئی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ہر ادارہ کرپٹ ہو گیا اور ہماری پولیس کرپشن کی معراج کو پہنچ گئی اور اس ضمن میں موجودہ حکومت کا رویہ بھی قابل توجہ ہے کہ وزیر اعظم فوری انصاف کے لئے قانون سازی کی بجائے سزا و جزا کا اختیار خود حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جس ملک کی حکومتیں ماورائے عدالت معاملات کو پسند کرنے لگیں اس کا لازمی نتیجہ وہی نکلے گا جو ہمارے ملک کے تفتیشی اداروں میں نکل رہا ہے۔

پولیس کی اصلاح کے لئے ہمیں سب سے پہلے انصاف مہیا کرنے والے اداروں کے وقار کو بحال کرنا ہوگا اور پولیس کے محکمے میں محض چند تبدیلیاں نہیں بلکہ انقلابی تبدیلیاں کرنا ہوں گی اور حکمرانوں کو بھی ماورائے عدالت رویوں کو تبدیل کرنا ہوگا ورنہ پورے ملک کو کراچی بننے میں دیر نہیں لگے گی۔

پاکستان میں آج بھی انگریزوں کا مسلط کردہ نظام رائج ہے ○ مولانا محمد اکرم اعوان

نظام کی تبدیلی کے لئے غیر مسلح بغاوت کا راستہ موجود ہے ○ ڈاکٹر اسرار احمد

اعلائے کلمۃ اللہ کا واحد ذریعہ جہاد فی سبیل اللہ ہے ○ مفتی نظام الدین شامزئی

اقتدار پر قابض حکمرانوں سے نجات صرف انتخابات کے ذریعے ہی ممکن ہے ○ پروفیسر غفور احمد

اسلام کے عملی نفاذ کے لئے ایک امیر کی قیادت شرط ہے ○ غلام دستگیر افغانی

اللہ کی رسی یعنی قرآن مجید کو اتحاد کی بنیاد بنایا جائے ○ جناب افضال مبین

انتخابات سے مسائل حل نہیں ہو سکتے ○ قاری شیر افضل

تنظیم اسلامی حلقہ سندھ کے زیر اہتمام کراچی میں منعقد ہونے والی "منہاج محمدی ؐ کانفرنس" میں زعمائے ملت کے خطابات

عروس البلاد کراچی جو کبھی روشنیوں کا شہر ہوا کرتا تھا ایک عرصے سے مصیبت کی آندھی کی لپیٹ میں ہے۔ اس کالی آندھی نے شہر کی روشنیوں کو گل کر رکھا ہے۔ حکومت ٹی وی اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اس سعی ناکام میں لگی ہوئی ہے کہ لوگوں کو باور کرا دے کہ کراچی ایک بار پھر روشنیوں کا شہر بن چکا ہے۔ گاہے بگاہے یہاں آل پارٹی کانفرنس کی صورت میں سیاستدان حضرات سرجوڑ کر بیٹھتے ہیں اور امن کے لئے مختلف تجاویز کی صورت میں روشن دماغی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ جب دلوں میں اندھیرا چھا جائے تو اس کا علاج ایمان کے نور سے کیا جانا چاہئے۔ اللہ کی بندگی کی دعوت کے ذریعہ ہی لوگوں کے قلوب روشن کئے جائیں اور اللہ کی بندگی کے نظام کے قیام کی جدوجہد کے ذریعہ معاشرے میں پھیلی تاریکیوں کو دُور کیا جا سکتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ معاشرے میں اس کے لئے کوششیں نہیں ہو رہیں' دراصل یہ کوششیں مختلف تحریکوں اور تنظیموں میں بٹی ہوئی ہیں۔ ان کوششوں کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم مہیا کرنے کی ایک کوشش ہے جو تنظیم اسلامی نے منہاجِ محمدی کانفرنس کے ذریعہ شروع کی ہوئی ہے۔ ۱۶/ مارچ کو اس سلسلے کی چوتھی کانفرنس آئی بی اے آڈیٹوریم میں منعقد ہوئی۔

اس کانفرنس میں اسلامی تحریکوں کی نمائندگی جماعت اسلامی کے پروفیسر غفور احمد' تحریک اسلامی کے ڈاکٹر اطہر قریشی' دیوبندی مکتبہ فکر کی نمائندگی قاری شیر افضل نے کی جو جمعیت علماء اسلام (ف) سے وابستہ ہیں۔ بریلوی مکتبہ فکر کی نمائندگی تحریک منہاج القرآن کے علامہ غلام دستگیر افغانی نے کی' تصوف کے طریق پر جدوجہد انقلاب اسلامی کی نمائندگی مولانا محمد اکرم اعوان نے کی جو تنظیم الاخوان کے امیر ہیں' اہل تشیع کی نمائندگی تحریک جعفریہ کے علامہ حسن ترابی نے کی اور علماء کی نمائندگی مفتی نظام الدین شامزئی نے کی۔ جمعیت اہل حدیث کے مولانا اختر محمدی چونکہ ان دنوں اسیری کے ایام کوٹ لکھپت جیل میں گزار رہے ہیں لہٰذا ان تک ہماری دعوت نہ پہنچ سکی۔ جماعت غرباءِ اہلحدیث کے سربراہ مولانا عبدالرحمٰن سلفی اپنی تنظیمی مصروفیات کی بنا پر تشریف نہ لا سکے۔ انہی بنیادوں پر مولانا شاہ احمد نورانی کی معذرت پہلے ہی آ چکی تھی۔

گو کہ ان تمام حضرات کی خدمت میں منہج انقلاب نبویؐ پر مشتمل امیر محترم کی تالیف پیش کر دی گئی تھی لیکن ہر مقرر نے اس میں پیش کردہ منہج انقلاب نبویؐ پر گفتگو سے گریز کیا۔ البتہ بعض اہم باتیں جو اس کانفرنس میں پیش کی گئیں ان کا خلاصہ ذیل کی سطور میں پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں یہاں امیر محترم کے فرمودات سے صرف نظر کرنے کی جسارت کروں گا کیونکہ ان کے فرمودات رفقاء کے سامنے گاہے بگاہے آتے ہی رہتے ہیں۔

پروفیسر غفور احمد نے امیر محترم کی اس بات سے تو اتفاق کیا کہ ملک کو سنگین ترین داخلی و خارجی خطرات لاحق ہیں لیکن اس سے اتفاق نہیں کیا کہ انتخابات کی سیاست سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔ انہوں نے سوال کیا کہ "کیا مقاصد کا حصول اقتدار میں آئے بغیر ہو سکتا ہے؟" انہوں نے انتخابی سیاست کی مثبت باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے نتیجے میں قراردادِ مقاصد کی منظوری' ۱۹۷۳ء کا متفقہ دستور' اس کا آرٹیکل نمبر ۲ دفعہ ۶۳-۶۲' اسلامی مشاورتی کونسل کی رہنمائی کی نشاندہی کی۔ انہوں نے کہا کہ اقتدار پر قابض حکمرانوں سے نجات صرف انتخابات کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ انہوں نے کشمیر کے بارے میں امیر محترم کے موقف کے بارے میں کہا کہ جموں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی جسے بالجبر اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ قابل احترام مولانا نظام الدین شامزئی نے فرمایا کہ اُمت مسلمہ کے اتحاد کی بنیاد کیا ہے؟ انہوں نے حضرت عثمان ؓ کی شہادت کے موقع پر عبداللہ ابن سلام کے اس قول کا تذکرہ کرتے ہوئے کہ ان کی شہادت کے نتیجے میں اُمت مسلمہ ایک امام کے پیچھے جمع نہیں ہو سکے گی۔ فرمایا کہ لگتا ہے کہ اُمت مسلمہ سے یہ صلاحیت ہی سلب کر لی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسمی اتحاد نہ کامیاب ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے۔ کیونکہ انا کو چھوڑنے والی بات قائدین میں موجود نہیں۔ ہمیں بغیر کسی رسمی اتحاد کے مشترکہ نکات پر جمع ہونا پڑے گا۔ مطالبہ یہ ہونا چاہئے کہ اسلامی مشاورتی کونسل کی سفارشات اسمبلی کے فلور پر لائی جائیں اور ان کی بنیادوں پر قانون سازی شروع کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر کوئی دشمن نہیں ملتا تو مسلمان اپنے ہی بھائیوں پر حملہ کرتے ہیں۔ لہٰذا اعلاء کلمۃ اللہ کا واحد ذریعہ جہاد ہے۔ انہوں نے کہا کہ جمہوریت کے نتیجہ میں جو کچھ ہو رہا ہے بھی ہوتا رہے گا۔ اگر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو اقتدار جماعت اسلامی کے ذریعہ ملتا نظر آئے تو وہ اس میں شامل ہونے سے گریز نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ اتحاد کے لئے ایثار کی ضرورت ہے۔ جہاں تک ملکی آئین کا تعلق ہے اس نے ہمیں عمل کی دنیا میں اسلام کے حوالے سے کچھ نہیں دیا۔

غلام دستگیر افغانی نے کہا کہ مسلمانوں میں عمل کم اور ردعمل زیادہ ہوتا ہے۔ ایرانی انقلاب بھی ردعمل کا نتیجہ

کراچی کے آئی بی اے آڈیٹوریم میں 'منہاجِ محمدی' کانفرنس' سے مقررین خطاب فرما رہے ہیں۔ سامعین گوش بر آواز ہیں

ہے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان میں اسلام کامیاب ہوا جبکہ مسلمان ناکام ہوئے۔ چنانچہ جب تک افغانیوں کو روسی جارحیت کا سامنا تھا انہوں نے جانوں کے نذرانے پیش کئے لیکن روسی فوج کی واپسی کے بعد اقتدار کی کشمکش میں پڑ کر وہ ہلاکت میں مبتلا ہو گئے۔ اسلام کے عملی نفاذ کے لئے ایک امیر کا ہونا شرط ہے جس کے خصائص قرآن و سنت کے مطابق ہوں۔

ڈاکٹر اطہر قریشی نے کہا کہ تجربات شاہد ہیں کہ ماضی میں اتحادوں کے نتیجے میں انتشار سے مایوسی پیدا ہوئی ہے مسلمانوں میں معاملات آپس کی مشاورت سے طے ہونے چاہئیں۔ امیر کو کسی حال میں آمر نہیں بننے دینا چاہئے۔ مشاورت کا طریقہ بھی انتخابات ہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دستور بھی اتحاد کی بنیاد رہے اس کی اچھی باتیں ضائع نہیں ہونی چاہئیں۔ جمہوریت اور مشاورت کا نعم البدل آمریت نہیں ہو سکتا؟ آخرت سے تعلق جوڑنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔

محترم افضال مبین کراچی کی مشہور سماجی شخصیت اور موتمر عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اتحاد کی بنیاد اللہ کی رسی یعنی قران ہے۔ کمپیوٹر اور میڈیا کا رول آج اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ نوجوانوں کو ان اشیاء سے دلچسپی اسلام سے دوری کا ذریعہ نہیں بننا چاہئے۔ علماء اور نوجوانوں کے درمیان افہام و تفہیم کا معاملہ ہونا چاہئے' کشاکش کا نہیں۔

علامہ حسن ترابی نے قرآن و سنت کو سپریم لاء بنائے جانے کی بات کرتے ہوئے کہا کہ شیعہ مسلمان اُمت مسلمہ کا مستحکم بازو ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عوام کے سامنے مسلمان بن کر جائیں مسلک کا علمبردار بن کر نہیں۔ آج عوام خمینی کی بات تو کرتے ہیں لیکن وہ شیعہ 'سنی' دیوبندی' بریلوی خمینی چاہتے ہیں۔ انتخابات میں جائیں تو پروگرام کی بنیاد پر جائیں شخصیت کی بنیاد پر نہیں۔ انہوں نے کہا کہ پبلک اور پرسنل لاء کی باتیں نہیں کی جانی چاہئیں۔

محترم قاری شیر افضل نے کہا کہ ہمارے حکمران ہمیشہ یہ کہتے رہتے ہیں کہ وہ بنیاد پرست نہیں کیونکہ انہیں خدشہ ہے کہ جو لوگ ان کے اقتدار کی ڈور ہلا رہے ہیں وہ ڈور کھینچ لیں گے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم بنیاد پرست ہیں اور بنیاد پرستوں کا دور آنے والا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اتحاد کے لئے للّٰہیت کا جذبہ درکار ہے۔ ایران کے حالات پاکستان سے مختلف ہیں کیونکہ وہاں ایک ہی فقہ کے ماننے والے ہیں جبکہ ہمارے ہاں چوں چوں کا مربہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ انتخابات مسائل کا حل نہیں۔ تجربے نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے۔ حضور ﷺ کو بھی اقتدار کی پیشکش کی گئی تھی۔ لیکن آپ ﷺ نے اسے ٹھکرا دیا تھا۔ ملک کا موجودہ نظام اسلام کے راستے کو روکنے والا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ قوم میں دین کا شعور پیدا کیا جائے۔

مولانا محمد اکرم خان اعوان نے کہا کہ میں اپنی معروضات راولپنڈی میں ہونے والی کانفرنس میں پیش کر چکا ہوں لہٰذا ان کا اعادہ نہیں کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں ہونے والے مظالم کی تفصیلات وزیر اعظم سے زیادہ کوئی نہیں بتا سکتا لیکن ان کی پاس ان مظالم کا مداوا نہیں۔ علماء سمیت سب عوام کی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہیں لیکن خرابیوں کو دور کرنے کا طریقہ نہیں بتاتے۔ ہندوستان میں انگریزوں نے مسلمان ریاست کو ختم کر کے برٹش انڈیا قائم کیا۔ ان کا نظام محکوموں کے لئے تھا جس کو ہم نے اختیار کر لیا۔ گورے صاحب کی جگہ کالے صاحب نے لے لی۔ اہل دانش کو حالات کا اندازہ کر کے اصلاح احوال کی کوششیں کرنی چاہئیں۔ اس سے قبل کہ خودکشی کرنے والے اپنے پستولوں کا رخ اپنی کنپٹی کی بجائے دوسروں کی طرف کر لیں۔ جس دن ان میں یہ احساس پیدا ہو گیا خونریزی کی ابتداء ہو جائے گی۔ پھر ہم جیسے ان پڑھوں کی عدالتیں لگیں گی اور ان عدالتوں میں کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی۔

امیر محترم نے فرمایا کہ سوال یہ ہے کہ کیا اقتدار اور قوت کے بغیر اسلام کا نفاذ ممکن ہے؟ قابل غور بات یہ ہے کہ انتخابات کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جہاد بالقلم اور جہاد بالسیف کے درمیان غیر مسلح بغاوت کا راستہ بھی موجود ہے۔ جس کے لئے کم از کم دو لاکھ ایسے کارکنوں کی ضرورت ہے جنہوں نے اپنی انفرادی زندگیوں پر اسلام نافذ کر لیا ہو اور اپنی معاشرت کو بے پردگی' عریانی اور فحاشی اور اپنی معیشت کو حرام کی تمام شکلوں سے پاک کر لیا ہو۔ وہ خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے برائی کو طاقت سے روکنے کے لئے تیار ہو جائیں خواہ اس راہ میں ان کی جان بھی چلی جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ ضروری نہیں کہ ہر احتجاج کا نتیجہ فساد کی صورت میں نکلے۔ اب تک اتحاد منفی بنیادوں پر سیکولر جماعتوں کے ساتھ کئے گئے لیکن اگر خالصتاً دین کی بنیاد پر احتجاج شروع کیا جائے اور اسے پرامن رکھا جائے تو اس کے مثبت نتائج برآمد ہوں گے جس کی پاکستان میں مثال اینٹی قادیانی تحریک ہے۔ جو خالصتاً دین کی بنیاد پر چلائی گئی جس کے سربراہ علامہ یوسف بنوری" ایک غیر سیاسی شخصیت تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ کسی ملک میں دیوانی' فوجداری قوانین تو ایک ہو سکتے ہیں لیکن پرسنل لاء کو لاء آف دی لینڈ کی صورت نہیں دی جا سکتی۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں انتشار پیدا ہو گا۔ اصول وہی ہونا چاہئے جو امام خمینی نے ایران میں اختیار کیا تھا ان کا کہنا یہی تھا کہ جس ملک میں جس فقہ کے ماننے والے اکثریت میں ہوں' وہاں انہی کی فقہ کو ملکی قانون قرار دیا جانا چاہئے۔ اس کی تصدیق ایران سے پاکستان آنے والے ایک شیعہ عالم دین محترم خراسانی صاحب نے کی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ قانون میں کسی کی زمین جبری طور پر حکومت نہیں لے سکتی۔ یہ رائے موجود ہے کہ ہندوستان کی زمین عشری نہیں خراجی ہے۔ اس باب میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا موقف واضح ہے جو حضرت عمرؓ کے اجتہاد کی بنیاد پر ہے۔ امیر محترم نے قاری شیر افضل سے کہا کہ اس بارے میں وہ علماء کی رائے حاصل کریں۔ دوپہر دو بجے کانفرنس اختتام کو پہنچی۔

(مرتب: محمد سمیع)

دنیا سے مفاہمت ممکن ہے بشرطیکہ......

اسلامی افغانستان کے صوبائی وزیر اطلاعات ملا عبدالحئی کے انٹرویو سے اقتباسات

☆ افغانستان کی موجودہ صورتحال کے بارے میں کچھ بتائیں گے؟

○ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت عالمی سطح پر بھی لوگ طالبان حکومت کے مخالف ہیں اور علاقائی سطح پر بھی۔ افغانستان سیاسی اور فوجی حوالہ سے دنیا کے لئے بہت اہم جگہ ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر یہ ملک عالمی اور علاقائی سطح پر فوجی اور سیاسی محاصرے میں ہے۔

☆ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی امارت کے ساتھ ان کی مخالفت جاری رہے گی؟

○ میں جرأت کے ساتھ برملا کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ سیاسی حالات افغانوں کے لئے خوش آئند ہیں کیونکہ اس وقت افغانستان واحد ملک ہے جو اصولوں پر سودے بازی کے لئے تیار نہیں ہے۔

☆ آپ فوجی سطح پر مخالفین کے مستقبل کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

○ مجھے سیاسی اور فوجی دونوں میدانوں میں مخالفین کا مستقبل بہت تاریک نظر آ رہا ہے۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ عوامی قوت کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ اسلامی امارت افغانستان عوامی قوتوں پر مشتمل ہے۔ اسلامی فوج کے ایمانی جذبے سے سرشار سپاہی کسی تنخواہ اور اجرت کے بغیر کام کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ فوجی معاملات طالبان کے حق میں ہیں اور آخر کار فتح اسلامی امارت کی ہی ہوگی۔

☆ آپ کی باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے موجودہ مشکلات سیاسی نہیں فوجی طریقے سے حل ہو سکتی ہیں؟

○ مخالفین جنگ کو طول دینا چاہتے ہیں وہ مفاہمت اور سیاسی حل پر یقین نہیں رکھتے۔ اس جنگ کی بنیاد عقائد نہیں بلکہ مخالفین محض بیرونی امداد اور پیسوں کی وجہ سے لڑ رہے ہیں یا قومی تعصب کی وجہ سے مزاحمت کر رہے ہیں جبکہ افغان قوم ایک واضح مقصد کی خاطر طالبان کی حمایت کر رہی ہے۔

☆ اکثر لوگ اصرار کرتے ہیں کہ طالبان کو مخالفین کے ساتھ مفاہمت کر لینی چاہئے؟

○ اگر حکمت یار، مسعود اور ربانی اس وقت ہمارے ساتھ مفاہمت کرتے اور مسائل کو بات چیت کے ذریعہ حل کرنے کے حق میں ہوتے تو دوستم اس وقت بہت دور تھا۔ ہم نے کئی بار ان سے مذاکرات کئے لیکن نتیجہ قوم وملت اور ملک کے مفاد میں نہیں نکلا۔ یہ سنگ دل لوگ ہیں، ان کے ساتھ مفاہمت کیسے ہوگی۔ بامیان میں بعض قوتوں (اکبری گروپ کے لوگوں) نے جب مفاہمت کو ترجیح دی اور اسلامی امارت کو معلوم ہوا کہ وہ جنگ نہیں بلکہ امن چاہتے ہیں تو اسلامی امارت نے انہیں خوش آمدید کہا۔

☆ عام طور پر یہ تاثر موجود ہے کہ موجودہ مشکلات بیرونی مداخلت کا نتیجہ ہیں، کیا آپ اس بات سے متفق ہیں؟

○ بیرونی مداخلت کوئی نئی بات نہیں، یہ سابقہ مداخلتوں ہی کا تسلسل ہے۔ افغانستان ایک ایسا ملک ہے کہ بڑی طاقتوں کی نظریں اس پر مرکوز ہیں اور وہ مخالف قوتوں کے لئے کشمکش کا ایک مرکز بن چکا ہے۔

☆ آپ کا مطلب یہ ہے کہ افغانستان جغرافیہ اور محل وقوع کے لحاظ سے بہت اہمیت کا حامل ہے؟

○ افغان مذہبی لوگ ہیں وہ غیر اسلامی نظریات کے زیر اثر نہیں رہ سکتے جبکہ کفری طاقتیں دنیا میں کسی جگہ مسلمانوں کی بالادستی برداشت نہیں کر سکتیں۔ اسلامی امارت کے ساتھ دنیا کا تعصب معمولی بات نہیں یہ ایک طویل فکری، نظریاتی تعصب ہے۔ مداخلت اس وقت ختم ہوگی جب افغانستان مکمل خود مختاری حاصل کر لے گا۔

☆ روس یہ واویلا کر رہا ہے کہ اس کی سرحدات کو خطرہ ہے اسی طرح ایران عقائد و نظریات کے علاوہ اقتصادی لحاظ سے بھی سمجھتا ہے کہ وسطی ایشیا کے تیل اور گیس کے وافر ذخائر اس کے ہاتھ سے نہ نکل جائیں۔ آپ ان ممالک کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

○ یہ بات درست نہیں کہ افغانستان دوسروں کے خلاف جارحانہ عزائم رکھتا ہے۔ اسلامی امارت کی جانب سے کبھی کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا گیا۔ ان کے خوف اور تشویش کی بنیادی وجہ شاید یہ ہے کہ انہوں نے افغانستان میں عظیم خیانت کی ہے اور جرائم کئے ہیں۔ ممکن ہے کہ اپنے کئے کے انجام سے خوفزدہ ہوں۔ اگر وہ لوگ انتقام سے ڈرتے ہیں تو انتقام ہمارا قانونی حق ہے۔ روس نے جو نقصان افغانستان کو پہنچایا ہے یا جو ظلم وستم افغانوں پر کیا ہے، ہم روس سے نہ صرف تاوان جنگ کا مطالبہ کریں گے بلکہ ہر نقصان اور ظلم و تشدد کے متعلق ان سے پوچھیں گے۔ اگر وقت آیا تو بین الاقوامی قانون کے مطابق دیکھا جائے گا کہ کس کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟

☆ وسیع البنیاد حکومت کے بارے میں آپ کا تبصرہ کیا ہے؟

○ ہم مسلمان ہیں اور ہم نے "جہاد" اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کیا ہے۔ ہم قرآن وحدیث کی بالادستی اور عملی نفاذ چاہتے ہیں، اس سے کم کسی چیز پر راضی نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ دنیا کے کفری ممالک اور طاقتوں کی ایما پر وسیع البنیاد حکومت کی تجویز پیش کرتے ہیں ان کو افغانستان کے علاج کا اصلی نسخہ معلوم ہی نہیں۔ جس نسخے نے قوم کے دکھوں اور مصیبتوں کو ختم کیا ہے ہم اسی نسخے کو آئندہ بھی استعمال کرتے رہیں گے۔

☆ پشاور میں قائم مشترکہ سیاسی محاذ کے سرگرم راہنما پیر گیلانی اور مجددی کا خیال ہے کہ طالبان دوسرے جنگی دھڑوں کی طرح ایک جنگی دھڑا ہے۔ اس بارے میں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

○ چار سال تک جو لوگ کابل میں جنگ کر رہے تھے وہ ایک دوسرے سے ایک بالشت زمین بھی نہیں لے سکے تھے۔ جبکہ طالبان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے کم وقت میں فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔ جو لوگ ہمیں جنگی دھڑے کا نام دیتے ہیں ان سے پوچھنا چاہئے کہ آخر وہ بھی بااثر لوگ تھے، ان کے کمانڈروں نے بھی جنگ میں حصہ لیا آخر وہ کیوں حکومت کرنے میں ناکام ہوگئے۔ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان اور مجاہد کہتا ہے وہ ہمارے جہاد کو جنگ مت کہے۔ طالبان اب بھی روس کے پروردہ غلاموں اور دین وملت کے دشمنوں سے برسرپیکار ہیں۔ یہ جنگی دھڑا نہیں ایک عوامی تحریک ہے۔

☆ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ موجودہ بحران میں اقوام متحدہ موثر کردار ادا کر سکتی ہے آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

○ اقوام متحدہ نے ربانی اور حکمت یار کی چار سالہ خانہ جنگی کے دوران کیا کردار ادا کیا ہے جو اب کوئی کردار ادا کرے گا۔

☆ اقوام متحدہ طالبان کے خلاف اقتصادی اور سیاسی پابندیوں کی دھمکیاں دے رہا ہے آپ کے خیال میں اس کے پس پردہ کیا عوامل ہیں؟

○ جو لوگ ملک سے باہر بیٹھ کر تنقید کرتے ہیں وہ مسائل کے حل میں کس قدر موثر ہیں۔ ملک کے اندر ان کو کس کی حمایت حاصل ہے۔ جو لوگ کسی کے غم میں شریک نہ ہوں وہ اس کی خوشی میں کیوں رقص کرتے ہیں۔ افغانستان کے بحران کو حل کرنے کے لئے ہوشیاری اور عقل سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ایسی تجاویز اور فیصلوں سے یہ بحران حل نہیں مزید سنگین ہو سکتا ہے۔

(بشکریہ "ضرب مومن" ۵ تا ۱۱ مارچ ۹۹ء)

جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کی ضرورت واہمیت

—— تحریر : نفیسہ رحمان ——

آج کا دور کمپیوٹر سائنس کا دور ہے اور پاکستان میں بھی اس رجحان میں اضافہ ہو رہا ہے۔ امراء کے علاوہ متوسط طبقے کے والدین کی بھی یہ کوشش ہے کہ اپنے بچوں کو ان تعلیمی اداروں میں داخل کروائیں جہاں کمپیوٹر کی تعلیم کا جدید ترین انتظام ہو۔ مغرب کا مقابلہ کرنے اور پاکستان کو ترقی کی راہوں پر لانے کے لئے یہ تعلیم ضروری ہے 'لیکن یہاں پر ہم سے ایک کوتاہی سرزد ہو رہی ہے۔ اپنے بچوں کو مغربی تعلیم دلانے کے لئے تو ہم مسلسل تگ و دو کر رہے ہیں لیکن ان کی قرآنی و دینی تعلیم پر قطعاً توجہ نہیں دے رہے۔ حالانکہ بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم سے آراستہ کریں تاکہ ان کی آخرت سنور جائے۔

قرآنی و دینی تعلیم سے میری مراد یہ ہے کہ جس طرح ہم اپنے بچوں کو سکول جانے سے پہلے کنڈر گارٹن بھیجنا ضروری سمجھتے ہیں اسی طرح ہمیں اپنے بچوں کو قرآن مجید پڑھانے کے لئے ایسے دینی اداروں میں بھیجنا چاہئے جہاں معلم حضرات نہ صرف قرآن مجید پڑھائیں بلکہ دین سے متعلق بنیادی باتیں بھی بتائیں 'کیونکہ ماہرین نفسیات کے مطابق جو کچھ بچپن میں سکھایا جاتا ہے وہ آنے والی زندگی کے لئے بنیاد کا کام دیتا ہے۔

اگر ہم اپنے بچوں کی ابتدائی چند سالہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم پر بھی توجہ دیں تو اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ ان کے دل و دماغ میں اپنے دین و مذہب کے متعلق ابہام دور ہو جائیں گے۔ اور ایک واضح تصور ابھر کر نہ صرف ان کے دل و دماغ کو منور کرے گی بلکہ ہمیں مستقبل کے بہترین معمار بھی مہیا کرے گی۔ قیام پاکستان کا اولین مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا علیحدہ قومی تشخص قائم رہے۔ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کریں۔ کیا ہم اس انداز سے اپنی اولاد کی تربیت کر رہے ہیں؟ قطعاً نہیں!

مغربی تعلیم کے حصول کے شوق نے ہماری آنکھوں پر پٹیاں باندھ رکھی ہیں۔ ہماری ہر طرح سے کوشش ہے کہ ہمارے بچے فر فر انگریزی بولیں۔ انگریزی ہمارے تمام طبقوں کے لئے ایک اہم ایشو کی حیثیت اختیار کر رہی ہے۔ جس کو انگریزی بولنی آجائے وہ نہایت اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مہذب شہری تصور کیا جاتا ہے۔ ایک اہم بین الاقوامی زبان کے طور پر ہمیں انگریزی سیکھنی اور پڑھنی چاہئے لیکن اس کے مالیخولیا میں مبتلا ہونا مناسب نہیں۔

پہلے یہ دستور تھا کہ بچے کی مذہبی تعلیم کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا تھا۔ گھر پر کوئی معلم بچوں کو قرآن پڑھانے آتا تھا یا پھر بچے مساجد میں جاتے تھے۔ بنیادی دینی باتیں بھی بچوں کو سکھائی جاتی تھیں۔ گھر کے بزرگ حضرات بھی لازماً رات کو سونے سے پہلے لطیف پیرائے میں پیغمبران اسلام اور مسلم فاتحین کی داستانیں سناتے تھے۔ جس سے بچوں کے دلوں میں ایمانی جذبات پروان چڑھتے اور شوق جہاد پیدا ہوتا تھا۔ آج یہ دستور بھی تقریباً ختم ہو چکا ہے۔

آجکل دیکھا گیا ہے کہ بعض گھرانوں میں معلم حضرات بچوں کو قرآن پڑھانے کے لئے گھر بلائے تو جاتے ہیں لیکن عموماً باہر سے جواب دے دیا جاتا ہے کہ آج فلاں مسئلہ ہے لہٰذا بچے نہیں پڑھیں گے۔ اس طرح ایک مہینے میں زیادہ سے زیادہ دس یا پندرہ دن بچے قرآن مجید پڑھتے ہیں جس کا دورانیہ بھی بمشکل ۱۰ یا ۱۵ منٹ پر محیط ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بچے عام طور پر بغیر وضو کے سوتے اور لباس بھی غیر مناسب ہوتا ہے۔ نماز' چھ کلمے پڑھانا یہ سب بچوں پر بوجھ تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس

گوشہ خواتین

والدین انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم اول جماعت سے ہی ضروری سمجھتے ہیں۔ ان سب باتوں پر والدین آج اتنی توجہ نہیں دیتے لیکن وہ جان لیں کہ قرآن سے اس عدم توجہی کے دور رس اثرات مرتب ہونگے۔ سب سے پہلے تو یہی ہو گا کہ بچوں کے دلوں میں والدین کا وہ ادب و احترام نہیں ہو گا جس کی ہمارا دین ہمیں شد و مد سے تلقین کرتا ہے۔ پھر قرآنی تعلیم سے عدم توجہی کے وہ برے اثرات معاشرے پر مرتب ہوں گے جس کا شکار آج ہمارا معاشرہ ہو چکا ہے۔ آج ہم نے دین و دنیا کے علوم کو مکمل طور پر الگ کر دیا ہے اور دینی علوم حاصل کرنے والے کو دقیانوسی تصور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ قرآن تو خود ایک مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتا ہے اور مغربی سائنس جو معلومات آج فراہم کر رہی ہے۔ ان کی جانب قرآن نے واضح اشارے آج سے کئی صدیاں قبل دے دیئے تھے۔ جس کا اعتراف مغربی سائنسدانوں نے بھی کیا ہے۔

ہر مسلمان بچے کو دین سے کم از کم اتنی آگاہی ہونی چاہئے کہ اگر اسے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے یورپ جانا پڑے تو ان کے رنگ میں رنگنے کے بجائے وہ اپنے مذہب کی بھرپور نمائندگی کرے۔ عموماً یہاں سے جانے والے طالب علم وہاں جا کر مذہبی طور پر احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ ان کی مذہب سے لاعلمی اور دوری ہوتی ہے جس کی اصل ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے۔

اگر ہم اس طرح بچوں کی دینی تعلیم سے غفلت برتتے رہے تو نہ صرف ہم اللہ تعالیٰ کے مجرم ٹھہریں گے بلکہ یہود و ہنود بھی اپنے منصوبوں میں کامیابی پر خوشیاں منائیں گے۔ کیونکہ قرآنی تعلیم نہ صرف مذہب سے آگاہی بلکہ جذبۂ ملی اور جوش جہاد و حریت پیدا کرتی ہے اور اسی جذبے کے تحت ہم نے ۱۹۶۵ء کی جنگ میں دشمنوں کو شکست دی تھی۔ آج بھی ہمیں اپنے وطن کی دفاعی و نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لئے اس جذبہ کی ضرورت ہے۔ دین و مذہب سے دوری اس جذبہ میں کمی کا باعث ہے۔ ہمیں آج نورالدین زنگیؒ' صلاح الدین ایوبیؒ' سلطان محمود غزنویؒ اور سلطان محمد غوریؒ کی ضرورت ہے اور یہ صرف تبھی ممکن ہے کہ ہم اپنے بچوں کو قرآن سے قریب کریں۔

ہمارے حکام کو چاہئے کہ وہ قومی سطح پر ایک ایسا لائحہ عمل ترتیب دیں جس سے پورے ملک میں قرآنی سائنٹیفک تعلیم کا اجراء ہو۔ تمام والدین سے میری یہ التماس ہے کہ وہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم پر اتنی توجہ دیں جتنی کہ دنیاوی تعلیم پر دیتے ہیں۔

بقیہ : نقطہ نظر

کے برعکس اس کھیل نے ان کی "عزت سادات" کو بھی خاک میں ملا دیا ہے۔

اخباری رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی حسین احمد نے کہا کہ اول تو ساری دینی جماعتیں کسی ایک پلیٹ فارم پر اکٹھی نہیں ہو سکتیں اور اگر ہو بھی جائیں تو زیادہ عرصہ تک اکٹھی رہ نہیں سکتیں۔ لہٰذا اس قسم کے دینی جماعتوں کے اتحاد سے کوئی بھی مقصد حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ حالانکہ پاکستان قومی اتحاد میں تقریباً ساری مذہبی جماعتیں اکٹھی ہو گئی تھیں۔ البتہ ان کی یہ بات درست ہے کہ وہ اکٹھی نہیں رہ سکیں۔ کیونکہ ان میں سے کچھ جماعتوں نے اقتدار کا حصہ بننا گوارا کیا اور کچھ نے الگ رہنا۔ یہ جماعتیں اقتدار کے نام پر اکٹھی ہو سکتی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ اسلام کے نام پر متحد نہیں ہو سکتیں۔

چور سیاستدانوں سے نجات کے لئے

مضبوط اور فرض شناس پہرے داروں کی ضرورت!

تحریر: نعیم اختر عدنان

"ہر شے اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے" عربی زبان کا ایک خوبصورت اور معنی خیز محاورہ ہے۔ جو مختلف مواقع پر اپنی صداقت و حقانیت ثابت کرتا رہتا ہے۔ سر دست ہم وطن عزیز کی ایک اہم تر بلکہ اہم ترین مخلوق کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مخلوق تیسری دنیا یعنی ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ اس مخلوق کا شمار اپنی اصل کے اعتبار سے تو بالعموم اشرف المخلوقات ہی کی صف میں ہوتا ہے مگر ان کے "اوصاف حمیدہ" کی وجہ سے لوگ انہیں "سیاستدان" کہتے ہیں۔ ان معزز و مکرم لوگوں کا مشہور و معروف اور عرفی نام "حکمران و بالادست طبقہ" ہے۔ یہ طبقہ اپنی پیدائش کے روز ہی سے عوام کالانعام پر حکمرانی کرنے کیلئے دنیا میں آتا ہے۔ بڑی بڑی کوٹھیاں، لمبی لمبی کاریں، خادموں اور خادماؤں کی قطاریں ان کے آگے پیچھے ہوتی ہیں۔ یہ نواب، نواب زادے، یہ پیر، پیرزادے، یہ سردار، یہ سردار زادے سب اسی "عالی نسب" مخلوق کے مختلف نام ہیں، اگرچہ ان سب کا پیشہ اور کاروبار ایک ہی ہے۔ یہ لوگ بظاہر تو عوام کا غم کھاتے ہیں لیکن درپردہ ان کے خون سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ انہیں آپ طفیلئے یعنی (Parasite) بھی کہیں تو اس سے بھی حقیقت حال مزید واضح سے واضح تر ہو جائے گی۔ یہ معزز پیشہ مگر ہم مشرب لوگ عوام پر ہر نوع کا ظلم و ستم ڈھانے میں اپنی مثال آپ ہیں۔ یہ چٹھوں اور ٹوانوں میں سے ہوں یا لغاریوں اور مزاریوں میں سے، سب کے سب "مداری" ہیں جو انتخابی سیاست کے ذریعے مجمع بازی کر

بول کہ لب آزاد ہیں تیرے

کے پوری جنتا کو لوٹنے کا تماشا کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ ٹیکس چور بھی ہیں اور قومی وسائل کو لوٹنے والے ڈاکو بھی۔ ان چوروں اور ڈاکوؤں نے پوری قوم کو سفاک و بے رحم ہائی جیکروں کی طرح یرغمال بنا رکھا ہے۔ ملک و قوم کو ہائی جیک کرنے والے ان ہائی جیکروں نے واپڈا کی بجلی کو بھی ہائی جیک کر رکھا ہے۔ نواز شریف صاحب نے جانے کیوں واپڈا کو ہائی جیکروں کے قبضے سے آزاد کرانے کیلئے پاک فوج کے جیالے سپوتوں کے حوالے کر دیا۔ یوں تو سب ہی پاکستان کی بہادر اور فرض شناس افواج کا لوہا مانتے ہیں مگر واپڈا میں فوج کی موجودہ کارروائی سے بالادست طبقات کی اصلیت و حقیقت روز روشن کی طرح آشکارہ ہو کر سامنے آ رہی ہے۔ سیاستدانوں کا یہ گروہ درحقیقت "علی بابا اور چالیس چوروں" کا مہذب ٹولہ ہے۔

انہیں آپ اگر ایک ہی نام دینا چاہیں تو ان کے لئے صرف اور صرف "بجلی چور سیاستدان" کا اعزاز ہی کافی رہے گا۔ ان چور سیاستدانوں سے نجات کیلئے مضبوط، طاقتور اور فرض شناس پہرے داروں اور محافظوں کی ضرورت ہے۔ اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کو غالب و سربلند کرنے والے خدائی فوجدار ہی ظلم اور ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچا سکتے ہیں۔ ایسے ہی خدائی فوجداروں کیلئے قرآن نے "حزب اللہ" کا نام پسند کیا ہے۔ یہ خدائی فوجدار، یہ انصاف کے علمبردار جب میدان عمل میں کود پڑیں گے تو ہمیشہ کی طرح آخری فتح انہیں کا مقدر ہوگی۔ (ان شاء اللہ)۔ آیئے پروردگار سے دعا مانگیں کہ وہ ہمیں عدل و انصاف کا جھنڈا سربلند کرنے کیلئے خود کو خاک و خون میں غلطاں و پیچاں ہونے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین

جعلی پولیس مقابلے

تحریر: مرزا ندیم بیگ

پولیس اگر کسی شخص کو گرفتار کر کے تھانے لے جائے اور اس کی گرفتاری کا تھانے کے کاغذات میں اندراج نہ کرے تو اس کا سیدھا سادہ مطلب ہے کہ اس شخص کو ماورائے عدالت قتل کی نذر یعنی پولیس مقابلے میں پار کر دیا جائے گا۔

قارئین! آج کل پاکستان کے ہر تھانے میں یہی کچھ ہو رہا ہے کہ پولیس بغیر کسی عدالتی تحقیقات کے ملزموں کو ٹھکانے لگانے کا "فریضہ" سرانجام دے رہی ہے۔ ان مقابلوں کے بارے میں عمومی طور پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ پولیس عدالتوں کے ذریعے انصاف حاصل کرنے کو بڑی زحمت گردانتی ہے لہٰذا وہ خود کسی نہ کسی بہانے ملزموں کو ٹھکانے لگا کر ان سے نجات حاصل کر لیتی ہے۔ یہ چلن اس قدر عام ہو گیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ جس میں دو چار افراد ان مقابلوں کی بھینٹ نہ چڑھ جاتے ہوں۔

ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ دس سالوں میں ۸۷۶ پولیس مقابلوں میں کل ۱۹۶۰ افراد کو موت کی وادی میں اتارا گیا ہے اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ ان مقابلوں میں سے ۸۴ فیصد مقابلے جعلی تھے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان پولیس مقابلوں میں عدالتی تحقیقات کے نتیجے میں اعلیٰ عدالتوں نے پولیس کے خلاف جعلی مقابلے ثابت ہونے پر

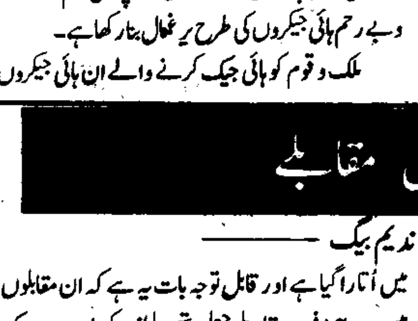

مقدمات درج کروائے مگر "فرض شناس" پولیس نے اپنے پیٹی بند بھائیوں کو کسی نہ کسی طریقے سے بچایا اور مذکورہ رپورٹ کے مطابق جعلی پولیس مقابلوں کے ضمن میں کسی پولیس ملازم کے خلاف آج تک کوئی کارروائی عمل میں نہیں آ سکی۔

جعلی پولیس مقابلوں سے ہماری فرض شناس پولیس دو طرح کے فوائد حاصل کر رہی ہے: اولاً سنگین وارداتوں کے مجرموں کا سراغ نہ لگنے میں ناکامی پر بعض اوقات کسی اور شخص کو ہلاک کر کے ان وارداتوں کا مرتکب ٹھہرا دیتی ہے اور حقیقی اور واقعی مجرموں کی بجائے بے گناہ اور مظلوم افراد کو ہلاک کر کے ترقیاں اور تعریفی اسناد حاصل کی جاتی ہیں۔ ثانیاً ان جعلی مقابلوں کے ذریعے بعض پیشہ ور مجرموں کو ٹھکانے لگا کر ہماری پولیس ان بڑے کرداروں کو منظر عام پر لانے سے بچاتی ہے جو عرف عام میں معززین یعنی سیاستدان کہلاتے ہیں لہٰذا اس "خدمت" کے عوض وہ ہمیشہ بڑے اور بااثر لوگوں کی گڈ بکس میں رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ آج تک جعلی پولیس مقابلوں کے خلاف کوئی بڑی اور موثر آواز اسمبلی کے فلور پر اٹھتی نظر نہیں آئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر ممبران اسمبلی خود جرائم کے بڑے بڑے گروہوں کے سرپرست ہیں۔ پولیس کے اس چلن کے بعد عوام الناس میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ اب کسی دشمن کو ٹھکانے لگوانے کے لئے کرائے کے قاتلوں کی بجائے پولیس کی خدمات حاصل کر لی جائیں اور یہ تاثر غلط بھی نہیں ہے کیونکہ تھانوں کے علاوہ پنجاب کے مختلف شہروں میں پولیس کے قریباً ۳۱۵ پرائیویٹ ٹارچر سیل ہیں جن میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں۔

(باقی صفحہ ۷ پر)

اسلامی محاذ کا خواب

محمد سمیع

پاکستان کی سیاسی تاریخ میں جہاں ایک حقیقت یہ ہے کہ احتجاجی تحریکوں پر مبنی سیاسی اتحادوں کا اہم رول رہا ہے وہاں اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان اتحادوں کی کامیابی مذہبی سیاسی جماعتوں کی شمولیت کی مرہون منت رہی ہے۔ اس بات کو سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی شمولیت کے بغیر کسی سیاسی اتحاد کی کامیابی کا امکان کم ہی رہا ہے۔ تاہم ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کامیابی کے نتیجے میں مذہبی سیاسی جماعتوں کو حکومت بنانے کا موقع ملا ہو۔ سیکولر جماعتیں ہی بر سر اقتدار آتی رہی ہیں اور حکومتوں کے گرنے کے نتیجے میں جو نئی حکومت بھی بنی ہے اس کی مثال گاؤ آمد و خر رفت یا خر آمد و گاؤ رفت جیسی رہی ہے۔ کافی تاخیر سے سہی لیکن اب جماعت اسلامی کو اس تلخ حقیقت کا احساس ہوا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ان اتحادوں نے سب سے زیادہ جماعت اسلامی کو مایوس کیا ہے کیونکہ ان اتحادوں کی کامیابی میں بڑا حصہ جماعت کے نظم و ضبط اور اس کے کارکنوں کی جاں نثاری اور انتھک محنت کا رہا ہے۔ لہٰذا اب جماعت اسلامی نے اتحادوں کی سیاست کو خیرباد کہہ کر "تنہا پروازی" (SOLO FLIGHT) شروع کر دی ہے۔ محاذ کے بارے میں مذاکرات کی ناکامی' جس کی خبر اخبارات میں نمایاں طور پر شائع کی گئی' غیر متوقع نہیں بلکہ توقع کے عین مطابق ہے۔

جماعت اسلامی کا پاکستان کی سیاسی تاریخ میں مؤثر کردار رہا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو دیگر مذہبی سیاسی جماعتوں کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ ان کے رویہ کا اظہار مختلف مواقع پر ہوتا رہا ہے۔ ضیاء الحق کی کابینہ میں شمولیت پر جماعت اسلامی کا ہدف ملامت بنایا جانا اور اسے مارشل لاء کی بی ٹیم قرار دیا جانا تو کسی حد تک سمجھ میں آتا ہے لیکن مولانا سمیع الحق اور سینیٹر قاضی عبداللطیف کی جانب سے ماضی میں پیش کردہ شریعت بل کو منصورہ برانڈ شریعت بل قرار دیا گیا۔ محض اس وجہ سے کہ نفاذ شریعت کی اس تحریک میں جماعت اسلامی نے نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ اور اس قسم کے دیگر واقعات سے جماعت اسلامی کے ساتھ دیگر مذہبی سیاسی جماعتوں ہی نہیں بلکہ مسلم لیگ سمیت دیگر جماعتوں کی "رقابت" ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ محض اس وجہ سے ہے کہ کشمکش اقتدار میں یہ ساری جماعتیں ایک دوسرے کی حریف ہیں۔ اسی رقابت نے مذہبی سیاسی جماعتوں اور اس حوالے سے اسلام کے کاز کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ یہی وہ بات ہے جو ڈاکٹر اسرار احمد ان جماعتوں کو گزشتہ ۳۰' ۳۵ سال سے سمجھاتے چلے آ رہے ہیں۔ ان جماعتوں کے قائدین کو بھی اس تلخ حقیقت کا احساس ہو چکا ہے۔ جس کا اظہار ان کی تقریروں اور تحریروں سے ہوتا ہے۔ لیکن عقل کل ہونے کا زعم انہیں راہ راست پر آنے نہیں دیتا۔

پاکستان کی سیاسی تاریخ شاہد ہے کہ جمہوریت کے ذریعہ نہ ماضی میں اسلامی انقلاب کی کوئی صورت پیدا ہوئی ہے اور نہ مستقبل میں دور دور تک اس کا کوئی امکان نظر آتا ہے۔ قاضی حسین احمد اب خواہی نخواہی ڈاکٹر اسرار احمد کے ڈگر پر قدم بڑھا چکے ہیں جس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ انہوں نے انتخابی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے لیکن یا تو وہ انتخابی سیاست کا دروازہ اپنے لیے کھلا رکھنا چاہتے ہیں یا اپنے کارکنوں کو اس بات پر مطمئن کرنے کی ہمت نہیں پاتے کہ انتخابی سیاست کو اسلام کے کاز کی خاطر تین طلاق دیدی جائے۔ لہٰذا وہ عوامی سطح پر یہ اعلان نہیں کرتے کہ جماعت اسلامی نے ہمیشہ کے لئے انتخابی سیاست کو ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ اگر وہ ایسا کر دیں اور اپنی ساری توانائیاں نیکی کے فروغ اور برائی کے خاتمہ پر لگا دیں' جو دینی جماعتوں کا اصل کام ہے' تو یہی رقیب جماعتیں ان کی حمایت پر آمادہ ہو جائیں۔

قرارداد مقاصد کی منظوری اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ جماعت اسلامی کی جانب سے چلائی جانے والی اس تحریک کی حمایت اقتدار میں شامل جماعت کے کارکنوں نے بھی کی تھی۔ اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس وقت جماعت اسلامی کشمکش اقتدار میں شریک نہ تھی۔ مصیبت یہ ہے کہ ہماری تمام مذہبی سیاسی جماعتیں اقتدار کو اسلامی انقلاب کے لیے ناگزیر سمجھتی ہیں جبکہ اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ اقتدار سے دور رہ کر ماضی میں علماء اور صوفیاء نے حکمرانوں کو اسلامی اقدار کو معاشرے میں جاری و ساری رکھنے پر مجبور کئے رکھا۔ اس طرح اسلام کی جو شاندار خدمت ماضی میں ان کی جانب سے ہوئی ہے اس کا عشر عشیر بھی آج کے مذہبی رہنماؤں کے حصے میں نہیں آیا بلکہ اس

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

حدیث دل

فرقان دانش خان

زندہ دلانِ لاہور سے کچھ باتیں

ہمارے ایک دوست جو اہل لاہور کی حدود توڑتی ہوئی.....زندہ دلی پر کافی عرصہ سے پریشان ہیں۔ انہوں نے اس.......طرف ہماری توجہ مبذول کرائی کہ آخر اہل لاہور کو کس بات نے اللہ سے نڈر کر دیا ہے۔ یہ.....کوئی پرانی بات نہیں' ماہ رواں کا قصہ ہے...جب اہل لاہور نے بسنت منائی۔ بسنت کے موقع پر کیا کچھ طوفان بدتمیزی برپا نہیں ہوا۔ صوبائی حکومت کی تمام تر دھمکیوں کے باوجود اسلحہ کے آزادانہ استعمال' کان پھاڑ دینے والی موسیقی اور آتش بازی کے پٹاخوں نے جہاں رات بھر سونے نہیں دیا۔ وہاں اسی پتنگ بازی سے بجلی کے تعطل کے باعث لوگوں کو دن بھر پینے کا پانی بھی میسر نہ آسکا۔ حیرت تو یہ ہے کہ کئی قومی و مقامی اخبارات تک نے بسنت میلے منعقد کیے۔ ٹیلی ویژن بھلا کہاں پیچھے رہتا' بسنت کی آمد سے ہفتوں پہلے بسنت کی مناسبت سے رنگارنگ موسیقی اور ناچ گانے کے پروگراموں کے علاوہ بسنت پر دستاویزی پروگرام پیش کرتا رہا۔ اور تو اور کئی سکولوں میں بھی طلبہ کے لئے بسنت پروگرام منعقد کئے گئے' کہ جہاں والدین اپنے بچوں کو اچھی اقدار سیکھنے کے لئے بھیجتے ہیں۔

لاہوریئے شاید خوش ہوں کہ اب تو لاہور کا یہ کلچر دوسرے شہروں میں بھی منتقل ہو رہا ہے۔ میں خود عینی گواہ ہوں کہ راولپنڈی اور دوسرے صوبوں کے شہروں سے ان گنت لوگ یہاں بسنت منانا سیکھنے آتے ہیں' اور پھر اپنے اپنے علاقوں میں جا کر دن اور تاریخ کا باقاعدہ اخبارات میں اعلان کے ذریعے بسنت کا تہوار مناتے ہیں' اس حوالے سے حدیث شریف کا ایک ٹکڑا ملاحظہ فرمائیے۔ ((مَنْ دَعَا اِلٰی ضَلاَلَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لاَ يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا)) "اور جو کوئی گمراہی کی طرف بلائے تو اس پر ان لوگوں کا گناہ بھی ہے جو (اس کی دعوت پر) گمراہی کو اختیار کرتے ہیں جبکہ گمراہی کو قبول کرنے والوں کے گناہوں کے بوجھ میں بھی کوئی کمی نہیں کی جاتی۔

کاش! ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا کہ بسنت ہندوؤں اور سکھوں کا تہوار ہے اور حضور ﷺ کا فرمان ہے ((فَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُ)) "جس کسی نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اسی قوم میں سے ہے"۔ کاش! کوئی یہ بھی بتا سکے کہ پتنگ بازی جیسے فضول اور لاحاصل مشغلے پر کروڑوں روپے ضائع کر کے ارشادِ ربانی ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنَ﴾ کے مطابق ہم آخر کس کے ساتھ اپنے تعلق کا ثبوت دے رہے ہیں؟

میرے انہی دوست کا خیال ہے جس سے مجھے بھی اتفاق ہے کہ کراچی میں کئی سالوں سے جو دہشت گردی' بدامنی' جرائم' لاقانونیت اور قتل و غارت کا سیلاب آیا ہوا ہے وہ اہل کراچی کی بڑھتی ہوئی بے حیائی اور بے باکی پر اللہ کی طرف سے سزا ہے اور عذاب خداوندی کی ایک شکل ہے۔

یہ کہتے ہوئے میرا دل ڈر رہا ہے کہ کہیں ہم اہالیان لاہور کی نافرمانیوں پر بھی کوئی عذاب ہمیں گرفت میں نہ لے لے۔ اس لئے اے زندہ دلان لاہور! اس سے پہلے کہ ایسا ہو' اب بھی وقت ہے آیئے ہم اپنے رب کے حضور دل سے توبہ کر لیں۔ کیونکہ اب تک اگر دل کا کہا مانتے ہوئے ہم اللہ کی نافرمانیاں کرتے آئے ہیں تو ہمیں دل کی اس آواز پر بھی کان دھر لینا چاہیئے۔

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

کچھ دیر "امیر کارواں" کے ساتھ : ایک رفیق تنظیم اسلامی کے تاثرات

تحریر: شادمان مسعود صدیقی

نگاہ بلند' سخن دلنواز' جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

منہاج محمدی ﷺ کانفرنس کے سلسلے میں امیر محترم راولپنڈی تشریف لائے۔ کانفرنس کے انعقاد کے اگلے دن اپنی انتہائی مصروفیت کے باوجود امیر محترم نے ۲۲/ فروری ۱۹۹۹ء کا دن پنجاب شمالی کے رفقائے تنظیم کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ صبح کے وقت ایک علاقائی اجتماع تھا جو دس بجے دن سے ظہر تک جاری رہا۔ امیر محترم نے حلقہ کے رفقاء سے تعارف حاصل کرنے کے علاوہ سوالوں کے جوابات بھی دیئے۔ امیر محترم نے جس طرح مفصل' مدلل اور جامع طریقے سے مختلف مسائل پر اپنی رائے کا اظہار کیا وہ انتہائی قابل رشک تھا۔ تنظیمی امور کا بھی جائزہ لیا گیا۔ امیر محترم نے مستقبل کیلئے انتہائی دانش مندانہ راہنمائی فراہم کی۔ بغیر کسی وقفے کے مسلسل پانچ گھنٹے تک ہر رفیق کو مفصل جواب دینا امیر محترم کی اپنے مقصد سے لگن کی درخشندہ مثال ہے۔ اس موقع پر علامہ اقبالؒ کا یہ شعر صادق آتا ہے ؎

آرزو ہر کیفیت میں اِک نئے جلوے کی ہے
مضطرب ہوں' دل سکوں ناآشنا رکھتا ہوں میں

امیر محترم متحدہ اسلامی محاذ کی تشکیل کیلئے جو جدوجہد کر رہے ہیں وہ میرے علم کے مطابق پاکستان میں اب تک کسی نے بھی نہیں کی۔ یہ وہی ملت کا اتحاد ہے جس کا خواب علامہ اقبالؒ نے دیکھا تھا ؎

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی ﷺ' دین بھی' ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی' اللہ بھی' قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

منہاج محمدیؐ کانفرنسوں کے ذریعے موجودہ دور میں مختلف مکتبہ فکر کے زعما کو ایک پلیٹ فارم پر لے آنا بہت عظیم کام ہے۔ قوی امید ہے کہ امیر محترم کی محنت اور کوششوں سے اِن شاء اللہ دینی اور مذہبی جماعتیں نہ صرف منہاجِ محمدی ﷺ پر متفق ہو جائیں گی بلکہ تنظیم اسلامی کی طرح انتخابی سیاست چھوڑ کر انقلابی سیاست کی طرف آجائیں گی۔

۲۲/ فروری کی شام ہی کو بعد نماز مغرب راولپنڈی اسلام آباد کے محترم رفقاء کی "مجلس احتساب" منعقد ہوئی جو کہ تنظیم میں بالکل نئی چیز ہے۔ اس مجلس میں امیر محترم نے احتساب کا وہ اعلیٰ معیار قائم کیا جو کسی اور جماعت میں نہیں ہو سکتا۔ یہ مجلس احتساب رات دس بجے اختتام پذیر ہوئی۔ رفقاء نے امیر محترم کی اقتداء میں نماز عشاء ادا کی۔

حیرت ہے کہ امیر محترم اپنی شدید بیماری کے باوجود اتنی سخت محنت کیسے کرتے ہیں؟ امیر محترم کے چہرے پر تھکن کا معمولی سا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس قافلے کا امیر اتنا محنتی ہو وہ قافلہ ضرور اپنی منزل مقصود تک پہنچے گا۔ (اِن شاء اللہ) اور دنیا دیکھے گی کہ ہمارے ملک میں دین کا نظام عدل و قسط قائم ہو کر رہے گا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امیر محترم کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور تمام رفقائے تنظیم کو بھی اتنی ہی محنت کرنے کا عادی بنانے کے ساتھ ساتھ ہم سب کو اقامت دین کی جدوجہد میں استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)

تنظیم اسلامی ملتان کا ماہانہ شب بسری اور ایک روزہ پروگرام

تنظیم اسلامی ملتان نے ماہِ فروری میں قرآن اکیڈمی ملتان میں ۲۷ اور ۲۸/ فروری کو معمول کے مطابق ایک شب بسری اور اسی سے متصل ایک روزہ پروگرام منعقد کیا۔ ۲۷/ فروری کو تنظیم اسلامی ملتان کے امیر ڈاکٹر طاہر خاکوانی نے آیۂ بر کے حوالے سے "نیکی کا قرآنی تصور" کو درس کا موضوع بناتے ہوئے مروجہ تصورات نیکی سے اس کا خوبصورت موازنہ کیا اور قرآنی تصور کی وسعت و ہمہ گیری کو واضح کیا۔ بعد نماز عشاء شوکت حسین معتمد قرآن اکیڈمی نے اصول تجوید پر مفید گفتگو کی۔ نقیب اسرہ چوک شہیداں محمد اشرف نے مولانا یوسف اصلاحیؒ کی کتاب آدابِ زندگی سے ازدواجی تعلقات پر مضمون پڑھا جس میں خانگی زندگی کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں کامیاب بنانے کے لئے مفید باتیں سننے کو ملیں۔ مبتدی رفیق جناب مقبول نے دینی ذمہ داریوں پر مختصر مگر جامع گفتگو کی۔ اجتماعی کھانے کے بعد خاکوانی صاحب نے حدیث جبریل کے ذریعے تزکیہ و احسان اور مروجہ تصوف کے مابین فرق کو واضح کیا۔ جناب سعید اظہر عاصم امیر حلقہ جنوبی پنجاب نے مولانا مودودیؒ کی کتاب سیرت سرور عالم سے اقتباس پڑھا۔ بعد ازاں سوال و جواب کی دلچسپ نشست ہوئی۔ مروجہ تصوف اور احسان کے تصور کے بارے میں کئے گئے سوال کے بارے میں ڈاکٹر طاہر صاحب نے کہا کہ دونوں کا مقصد ایک ہی ہے لیکن طریقہ کار مختلف ہے۔ ایک سوال یہ تھا کہ برصغیر پاک و ہند میں غلبۂ دین کا شعور کب بیدار ہوا؟ ڈاکٹر خاکوانی صاحب نے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے لے کر مولانا مودودیؒ تک کی تاریخ پیش کی اور کہا کہ تنظیم اسلامی بھی اسی تحریکی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ نماز تہجد اور دیگر اذکار سے فراغت اور نماز فجر کی ادائیگی کے بعد سورۂ جمعہ میں شوکت حسین صاحب نے درس دیا۔ ناشتہ کے بعد ہمارا قافلہ وحدت کالونی آفیسرز ونگ کی مسجد پہنچا۔ ایک روزہ پروگرام کا آغاز رفقاء کے باہمی تعارف سے ہوا۔ بعد ازاں معاشی و معاشرتی مسائل پر مذاکرہ ہوا۔ موضوع بحث "ٹیلی ویژن اور اس کے ذریعہ پھیلنے والے "کلچر" کے منفی اثرات" تھا۔ اس سے بچنے کے لئے کیا کیا تدابیر اختیار کی جائیں۔ سب سے پہلے اپنی ذات پر اسلامی کلچر کا نفاذ ہو۔ اس کے بعد تدریجاً اپنے گھر پر اس کا نفاذ کیا جائے۔ پردہ اور دیگر معاشرتی رسومات بھی زیر بحث آئیں۔ جھوٹ "گناہ کبیرہ" پر مضمون پڑھا گیا۔ کشمیر کی صورتحال پر سیاسی تبصرہ بھی ہوا۔ جماعت اسلامی اور حکومت کے کشیدہ تعلقات پر رفقاء نے اندیشوں کا اظہار کیا۔ سعید صاحب نے مسئلہ کشمیر پر تنظیم اسلامی کے موقف کا اعادہ کیا۔ نعیم مصطفیٰ انصاری نے حکومت کی طرف سے تعلیمی اداروں میں مینجمنٹ کمیٹیوں کی تشکیل پر تبصرہ کیا۔ بعد نماز عصر رفقاء کی تین جماعتوں نے دعوتی گشت کے ذریعے احباب کو درس قرآن میں شرکت کی دعوت دی۔ مغرب تا عشاء ڈاکٹر طاہر خاکوانی نے سورۂ صف کا درس دیا۔ سامعین نے مسجد میں مستقل درس قرآن کی محفل کے انعقاد کی خواہش کا اظہار کیا۔ (رپورٹ : نعیم محبوب ملک' ملتان)

تنظیم اسلامی کراچی ضلع شرقی کا ایک روزہ پروگرام

تنظیم اسلامی کراچی ضلع شرقی نمبر ۳ کا ایک روزہ پروگرام بعد نماز عشاء مسجد طیبہ' کورنگی نمبر ۴ میں ہوا۔ امیر تنظیم نوید احمد نے سورۃ النساء کی ابتدائی آیات پر درس دیا۔ بعد ازاں نقیب اسرہ عمران لطیف نے رفقاء کو سورۂ فیل اور سورۂ قریش یاد کروائی اور ترجمہ بھی سمجھایا۔ بعد ازاں رفقاء کا باہمی تعارف ہوا۔ انفرادی نوافل اور نماز فجر کی ادائیگی کے بعد نوید احمد نے سورۂ سجدہ کے دوسرے رکوع کا درس دیا۔ حلقہ احباب کے لئے توحید صاحب نے حدیث کا مطالعہ کروایا۔ صبح دس بجے متحدہ اسلامی محاذ کے قیام کی اہمیت پر نوید احمد نے گفتگو کی۔ بعد ازاں گروپس کی صورت میں رفقاء نے محلّہ کا دعوتی گشت کیا اور متحدہ اسلامی محاذ کے حوالے سے پمفلٹ تقسیم کئے۔

عصر اور مغرب کے درمیان رفقاء نے دوران گشت دروس قرآن میں شرکت کی دعوت دی۔ افتخار عالم خان نے مغرب کے بعد حلقہ احباب کے چچا عبد الرزاق کی رہائش گاہ پر سورۂ عنکبوت کے پہلے رکوع کا درس دیا۔ حلقہ احباب کے بھائی عرفان کی رہائش گاہ کے سامنے نوید احمد نے سورۃ الحدید کے تیسرے رکوع کا درس دیا۔ (رپورٹ : عامر خان)

ہمارا مطالبہ ہماری اپیل
دستورِ خلافت کی تکمیل

بھارت سے تعلقات' پاکستان کا وجود خطرے میں پڑ گیا ○ ڈاکٹر اسرار احمد

فوری خطرے سے بچنے کیلئے اسلامی نظام نافذ کر دیا جائے ورنہ بھارت ہمیں کھینچ کر لے جائے گا اور صرف لکیر ہی باقی بچے گی

مذہبی تشخص [illegible] تعلقات کے دروازے بند رکھنے چاہئیں [illegible]

تنظیم اسلامی پاکستان کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد نے فیصل آباد میں منعقدہ پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ بھارت کے ساتھ ثقافتی اور سیاحتی تعلقات کی بحالی سے شدید خطرہ ہے کہ وہ پاکستان کو کھینچ کر لے جائے گا۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پاکستان میں جلد اسلامی نظام نافذ کر دیا جائے اگر ہم نے نفاذ اسلام کی جانب کوئی فیصلہ کن پیش رفت نہ کی تو دونوں ممالک کے درمیان صرف لکیر ہی باقی رہ جائے گی۔ نفاذ اسلام کے سلسلے میں مزید تاخیر سے پاکستان کے وجود کی نفی ہو جائے گی اور پاکستان کی شکل بھی نیپال جیسی ہو جائے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ پاکستان میں دینی جماعتوں نے میدان سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تو نفاذ اسلام کا معاملہ پیچھے رہ گیا۔ اسلام کے نام پر ووٹ مانگنے والی جماعتوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا' اب ہم اس کی تلافی کرنا چاہتے ہیں۔ تنظیم الاخوان اور تحریک اسلامی نے اس معاملے میں تنظیم اسلامی کی تائید کی ہے ہم اسلام نافذ کروانا چاہتے ہیں اس کے لئے غیر مسلح بغاوت کریں گے ہم مرنے کے لئے تو تیار ہوں گے لیکن کسی کو ماریں گے نہیں اگر حکمران اسلام نافذ کر دیتے ہیں تو وہ حکومت کرتے رہیں ہمیں اقتدار سے کوئی غرض نہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو بھارت کے ساتھ تجارت کا راستہ کھول دینا چاہئے لیکن جب تک ہم اپنا مذہبی تشخص مضبوط نہ کر لیں ہمیں بھارت کے ساتھ ثقافت اور سیاحت کے دروازے بند رکھنے چاہئیں۔ پہلے ہمیں علامہ اقبال کے خطبہ الٰہ آباد کے مطابق مسلمانوں میں احیائے اسلام کا جذبہ بیدار کرنا چاہئے تاکہ ہندوؤں کا مقابلہ کیا جا سکے کیونکہ جن لوگوں کو ہندو کی ذہنیت کا تجربہ تھا۔ اب وہ موجود نہیں رہے۔ نئی نسل کو ہندوؤں کی ذہنیت کا کوئی تجربہ نہیں۔ پاکستان میں جلد اسلامی نظام کیا جانا چاہئے' ہماری معیشت سود سے پاک ہونی چاہئے' جاگیرداری کا خاتمہ ہونا چاہئے اور پاکستان کو مکمل اسلامی فلاحی مملکت بنانا چاہئے۔ اگر ہم یہ نظام قائم کر دیں تو پھر بھارت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ حکمرانوں کو شریعت کی صرف ایک چیز پسند ہے کہ وہ فوری انصاف کی عدالتیں ہیں باقی انہیں شریعت کی کسی چیز سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اگر شریعت بل میں سے وفاقی حکومت کے فرامین جاری کرنے کے اختیار کو نکال دیں تو شریعت بل ابھی منظور ہو سکتا ہے۔ ایک اور سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق مسئلہ کشمیر کا حل ناممکن ہے بلکہ یہ ہمارے لئے خوفناک ہو گا اس طرح ہمیں آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات خالی کرنا پڑیں گے۔

(بشکریہ روزنامہ "اوصاف" اسلام آباد)

فیصل آباد میں منہاج محمدی ؐ کانفرنس

۷/ مارچ کو حمید پیلس فیصل آباد میں تیسری منہاج محمدی ؐ کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی صدارت محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے کی۔ اس کانفرنس میں غیاث الدین جانباز (تنظیم اخوان)' مولانا ارشاد الحق اثری (جمعیت اہل حدیث و ممبر اسلامی نظریات کونسل)' صاحبزادہ طارق محمود (ختم نبوت)' طارق چوہدری (سابقہ سینیٹر و تنظیم الاخوان)' مولانا زاہد الراشدی (سیکرٹری جنرل' پاکستان شریعت کونسل)' حاجی محمد رشید قادری (تحریک منہاج القرآن)' قاری محمد اصغر (جماعت اسلامی) کے علاوہ مولانا مجاہد الحسینی نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے اس کانفرنس میں لوگوں کی کثیر تعداد میں شرکت اور مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ افراد کا اکٹھے ہو کر متحدہ اسلامی محاذ کی شکل میں مروجہ سیاسی طریقوں سے ہٹ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بنیاد پر نفاذ اسلام کے لئے حکومت کو مجبور کرنے کے لئے اپنے اپنے خیالات میں تعاون کی یقین دہائی کو اہم پیش رفت قرار دیا۔ ۶/ مارچ کو حمید پیلس میں پریس کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مختلف اخبارات کے نمائندوں نے شرکت کی۔

حلقہ پنجاب شمالی' گوجر خان میں دو روزہ دعوتی کیمپ

دو روزہ دعوتی پروگرام ہفتہ ۲۷/ فروری تا اتوار ۲۸/ فروری ۹۹ء ہوا۔ اس پروگرام کے ناظم کی ذمہ داری راقم کے کندھوں پر تھی۔ دو روز پروگرام کے لئے سول ہسپتال واقع جی ٹی روڈ گوجر خان سے متصل جگہ کا انتخاب کیا گیا۔ ناظم حلقہ پنجاب شمالی جناب شمس الحق اعوان' راقم اور عزیزم عبدالحفیظ ضروری لوازمات کے ساتھ ۲۷/ فروری کو علی الصبح گوجر خان پہنچ گئے۔ تنظیم اسلامی گوجر خان کے امیر جناب مشتاق حسین دیگر رفقاء کے ہمراہ ہمارے منتظر تھے۔ بینرز سے مزین دعوتی کیمپ قائم کیا گیا۔ عوام الناس دعوت کے اس منفرد انداز سے خوب متاثر ہوئے۔ جناب شمس الحق اعوان نے سرور شہید کالج' گوجر خان کے اساتذہ سے خطاب کیا۔ ناظم حلقہ نے "فرائض دینی کا جامع تصور" پر مفصل گفتگو کی۔

راقم نے رفقاء کو انتظامی امور سے متعلق ذمہ داریاں سونپیں۔ باہمی تعارف کا سلسلہ اذان ظہر تک جاری رہا۔ نماز عصر کے بعد رفقاء کو چار گروپوں میں تقسیم کیا گیا تاکہ شہر کے مختلف علاقوں میں ہینڈ بلوں کی تقسیم کے ذریعے لوگوں کو مغرب کے بعد منعقدہ درس قرآن میں شرکت کی دعوت دی۔ جائے۔ نماز مغرب کے بعد محترم ظریف صاحب نے سورۃ العنکبوت کے پہلے رکوع کا درس دیا۔ سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔

عشاء کے بعد "درس قرآن" کے لئے (۱) مسجد خلفائے راشدین کے لئے مدرس مشتاق حسین (۲) جامع مسجد مکی کے لئے مدرس شمس الحق اعوان (۳) مسجد فاروق اعظمؓ کے لئے مدرس محمد ظریف اور (۴) مسجد شیخاں کے لئے مدرس ابرار احمد کا انتخاب کیا گیا۔

اگلے روز یعنی بروز اتوار نماز فجر کے بعد ۷ بجے تک "تجوید" کی کلاس ہوئی۔ پیشگی طے شدہ پروگرام کے مطابق ہینڈ بل "اسلام مذہب نہیں دین ہے" کی تقسیم کے لئے گروپ بنائے گئے۔ بعد ازاں ایک کارنر میٹنگ منعقد کی گئی۔ اس کارنر میٹنگ سے ابرار احمد صاحب نے خطاب کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں ملکی اداروں کی تباہی کا ذکر کیا۔ کرپشن مافیا کے ظلم و ستم' ورلڈ بینک' آئی ایم ایف اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اجارہ داری' سے لے کر بڑھتی ہوئی فحاشی و عریانی' ڈکیتی اور قتل جیسے گھناؤنے جرائم' جنہوں نے عوام کا امن و سکون تباہ کر رکھا ہے' کی نشان دہی کی۔

دعوتی کیمپ میں "فرائض دینی کا جامع تصور" پر جناب امجد سعید اعوان نے لیکچر دیا۔

(رپورٹ : محمد طفیل گوندل)

ضرورت رشتہ

☆ 28 سالہ باپردہ دیندار خلع یافتہ (بچہ نہیں) لیڈی لیکچرار (خاندان ارائیں) کے لئے مناسب' موزوں رشتہ درکار ہے۔ (ترجیحاً ارائیں)

☆ ارائیں خاندان ہی کی 21 سالہ باپردہ طالبہ ایم اے کے لئے سرکاری ملازم یا پڑھے لکھے کاروباری کا موزوں رشتہ درکار ہے۔

رابطہ : مدیر عمومی قرآن اکیڈمی

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون : 3-5869501

بقیہ : منبر و محراب

انجام تک پہنچانے میں بڑی رکاوٹ خود مشیت خداوندی ہے۔ جبکہ عالم اسباب میں اس پالیسی کو ناکام بنانے کے اہم ترین عامل کی حیثیت خود ہندو قوم کی روایتی تنگ نظری اور تعصب پر مبنی پالیسی کو ہے۔ چنانچہ خود ہندوؤں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے موجودہ ٹریک ٹو پالیسی ان شاء اللہ ناکامی سے دوچار ہو جائے گی۔

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد 8 شمارہ 11
سالانہ زرتعاون -/175 روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5869501-03

مجلس ادارت:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ [illegible] ○ [illegible]
نگران طباعت: [illegible]

”متحدہ اسلامی انقلابی محاذ“ کی تشکیل کے ضمن میں

راولپنڈی، پشاور، فیصل آباد اور کراچی میں کامیاب انعقاد کے بعد اب —— پانچویں اور آخری

منہاج محمدیؐ کانفرنس

ان شاء اللہ اتوار **21۔مارچ** صبح **9:30**، قرآن آڈیٹوریم، لاہور میں منعقد ہوگی

جس سے حسب ذیل زعمائے ملت خطاب فرمائیں گے: (نوٹ: خواتین کی شرکت کیلئے بھی اہتمام ہو گا)

① مولانا عبدالستار خان نیازی، (J.U.P)
② مولانا محمد اجمل خان، (J.U.I)
③ ڈاکٹر علامہ طاہر القادری، (منہاج القرآن)
④ سید عتیق الرحمٰن گیلانی، (ادارہ اعلاءِ کلمۃ الحق)
⑤ جناب اسلم سلیمی، (جماعت اسلامی)
⑥ جناب حفیظ الرحمٰن احسن، (تحریک اسلامی)
⑦ مولانا ضیاء اللہ شاہ، (جمعیت اہلحدیث)
⑧ صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی، (تحریک احیاءِ اُمت)

زیر صدارت: **ڈاکٹر اسرار احمد** امیر تنظیم اسلامی

المعلن: عبدالرزاق، ناظم تنظیم اسلامی حلقہ لاہور (فون: **7311668**)

(نوٹ: قرآن آڈیٹوریم نیو گارڈن ٹاؤن کے اتاترک بلاک میں واقع ہے)

ان شاء اللہ العزیز

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین لاہور کا

سالانہ اجتماع عام

23/مارچ **99**ء بروز منگل، 9 بجے صبح تا 2 بجے بعد دوپہر

قرآن کالج آڈیٹوریم

191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں منعقد ہو گا

اس پروگرام میں
اہم دینی موضوعات پر خواتین کی تقاریر ہوں گی
مزید برآں، توقع ہے کہ
امیر تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد**
کا یوم پاکستان کے حوالے سے خصوصی خطاب بھی ہو گا
خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے
خواتین سے التماس ہے کہ وقت مقررہ پر تشریف لا کر ممنون فرمائیں،
براہ مہربانی بچوں کو ساتھ لانے سے حتی الامکان گریز کریں

المعلنہ: بیگم ڈاکٹر اسرار احمد، ناظمہ حلقہ خواتین، تنظیم اسلامی پاکستان